زبان اُردو پر سرسری نظر، اسلامی تعلیمی کانفرنس کے گذشتہ سالانہ اجلاس کے موقع پر اردو کے شوخ مضمون نگار پروفیسر صدیقی (مسلم یونیورسٹی) نے اردو پر ایک مبسوط لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے محدود لکچر دیا تھا، یہی تقریر اب کتاب کی صورت مین ہمارے پیش نظر ہی، مضمون دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔ طرز ادا مین شوخی اور نمکینی ہو، اس مضمون یا خطبہ مین جناب صدیقی نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ مشکلات کا حل اور آیندہ کے لیے عملی تجاویز پیش کی ہین، اُن سے سب کو کامل اتفاق ہوگا، اردو کی رفتارِ ترقی حالی، اکبر اور اقبال کا باہمی فرق انھون نے جس طرح دکھایا ہو وہ ان کے صحیح ذوقِ نظر کی دلیل ہو، لیکن دارالمصنفین کے "سنجیدہ لیکن عالمانہ" لٹریچر کی انھون نے جو تعریف کی ہو اس سے ہم شرمسار ہین کیا ہم امید رکھین کہ واحد مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد اپنے یہان کے ایک دردمند پروفیسر کی تجاویز کو اچھے کاغذ پر چھاپنے کے علاوہ عملاً بھی کچھ کرین گے، اُمید ہو کہ شائقین اس رسالہ کو وقت کی ایک چیز سمجھکر ضرور مطالعہ کرین گے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ مسلم یونیورسٹی پریس سے غالباً ملیگی،

تذکرہ یونسؑ، مونگیر مین حضرت مولانا محمد علی صاحب قبلہ کی خاموش جماعت احمدیہ فرقہ کے دسائس باطلہ کے ابطال و تردید مین مشغول ہو، اس سے کوئی شخص بھی جو اس خاص موضوع سے دلچسپی رکھتا ہو غافل نہین رہ سکتا، مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کے ثبوت مین متعدد پیشینگوئیان کی تھین، لیکن جب ان مین سے اکثر غلط ثابت ہوئین، تو انھون نے اس سے بھی ایک مذموم ترین حرکت کر کے اس داغ سے اپنے دامنِ معصیت کو دھونا چاہا اور ثابت کرنا چاہا کہ (نعوذ باللہ) حضرت یونسؑ نے بھی اپنی قوم سے چالیس دنون تک عذابِ الٰہی کا وعدہ کیا لیکن وہ نہین آیا، اسی اختراع کا جواب اس رسالہ مین نہایت مدلل طریقہ سے دیا گیا ہو، یہ رسالہ مطبع رحمانیہ مونگیر سے طلب کیجیے،

مجلد چہاردہم | ماہ صفر ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء | عدد سوم

مضامین

شذرات

ابھی گذشتہ مہینہ کے معارف مین ہم نے حضرت امیر شریعت صوبہ بہار اور امارت شرعیہ صوبہ بہار کا تذکرہ کیا تھا، خیال مین بھی نہ تھا کہ اس کے ایک ہی مہینہ کے بعد ہم کو حضرت ممدوح کی دائمی مفارقت کا ماتم کرنا پڑیگا، حضرت مولانا شاہ **بدرالدین** سجادہ نشین پھلواری اس عہد کے جنید و شبلی تھے، ان کا زہد و ورع، نزاہت و اتقا، علم و عمل، صورت و سیرت ہر چیز نمونۂ سلف تھی، کم و بیش چالیس برس تک یہ علم و عرفان کی شمع صوبہ بہار مین روشن رہی، اور اوسکی روشنی دور دور تک پھیلتی رہی، اون کی شب و روز کے ۲۴ گھنٹے، ذکر و فکر، اور مطالعہ کتب کے سوا اور مشاغل مین کمتر صرف ہوتے تھے، اونکی نشستگاہ ایک کتبخانہ تھی، اونکے چارون طرف کتابون کا انبار لگا رہتا تھا، اور اس کے بیچ مین یہ زندہ کتب خانہ جلوہ فرما رہتا تھا، اس عہد مین یہی ایک ہستی تھی جو ظاہر و باطن، علم و معرفت حقیقت اور شریعت کا مجمع البحرین تھی، اور جس سے ہزارون اور لاکھون علم اور معرفت کے پیاسے سیراب ہوتے رہتے تھے، پھلواری کا سجادہ اس بزرگ ذات کی رونق افروزی سے چشمۂ خورشید تھا، افسوس کہ یہ آفتاب اب ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا،

خدا جانے ہندوستان کے گوشون مین ہمارے اسلاف کے کتنے جواہر ریزے ناقدری اور کس مپرسی کی خاک مین دبے پڑے ہین، جب کبھی کسی گمنام شخصی کتابون کا بوسیدہ انبار نگاہون کے سامنے سے گذرجاتا ہے، تو ہم انگشت بدندان رہ جاتے ہین، عبدالرحمن صوفی کی تصنیف صور الکواکب

جس نے علم ہیئت مین مسلمانون کی ترقی کا راز افشا کیا تھا، اور بطلیموس کے دریافت کردہ ستارون مین بعض نئے ستارون کا اضافہ کیا تھا، اوس کے دیدار سے ہم اپنے کو دائمی محروم سمجھ چکے تھے. گو فرانس کے خوش قسمت کتبخانۂ قومی مین اوسکا نسخہ موجود ہے، مگر ہندوستان مین اس کبریت احمر کا پتہ ہم کو معلوم نہین دفعتہً مشرقی اضلاع کہ ایک گمنام مقام مین اسکا ایک نسخہ جو ایک نہایت ہی قدیم نسخہ مکتوبہ سنہ ۲۱ھ کی نقل ہے نکل آیا، اور اس وقت وہ ہمارے پیش نظر ہے، اس قدیم اصلی نسخہ کی نسبت اس کے آخر مین بیان ہے کہ وہ مصنف کے زمانہ مین لکھا گیا تھا، اور اوس سے مقابلہ کیا گیا ہے، اور وہ مصر مین سنہ ۲۱ مین لکھا گیا تھا، جا بجا اس مین کواکب کی عمدہ تصویرین ہین، کل کتاب تقریبًا چار سو صفحون پر ہوگی، افسوس ہے کہ اس کے بعض بعض اوراق بوسیدہ ہو کر فنا ہو چکے ہین،

علاوہ اس کے اس وقت حلیۃ الاولیا، ابونعیم، تاریخ الحکما، فارسی (جو کسی نامعلوم مصنف نے چھٹی صدی کے بعد لکھی ہے) اور ایک فارسی تاریخ بہارستان جس مین منتخب تاریخی وقائع و غرائب و نوادر جمع کیے گیے ہین، پیش نظر ہین، بہارستان مین سنہ ۷۱۹ تک کے واقعات اور نام آتے ہین، آخر مین مصنف نے اپنے ماخذون کا ذکر کیا ہے، جس مین تقریبًا تیس چالیس تاریخی کتابون کے نام ہین،

بہارستان کے یہ آخری صفحے جن مین کتابون کے نام ہین نیچے سے پھٹ گیے ہین، بایںہمہ جن کتابون کے نام باقی رہ گیے ہین وہ حسب ذیل ہین:- تاریخ منتظم ابن جوزی...... (یہان سے دس کتابون کے نام غائب ہین) تاریخ گزیدہ، نزہتہ القلوب حمد اللہ مستوفی، وصایائے خواجہ نظام الملک، تاریخ قوام ملکی ابرقوہی، فردوس التواریخ مولنا خسرو ابرقوہی، طبقات ناصری منہاج سراج، تاریخ وصاف عبداللہ بن فضل اللہ شیرازی، تاریخ فخر الدین داؤد فناکتی، مجمع النوادر

نظامی عروضی سمرقندی، ظفرنامہ ومقدمہ ملا شرف الدین علی یزدی، تاریخ جہانکشائی خواجہ عطار الملک جوینی، مجموعہ تالیف رومی، فتوحات میران شاہی تالیف مولنا سعد الدین کرمانی، مسالک ممالک مولنا عبد الرحیم مشہدی، .... (یہان سے پھر نام غائب ہین) دولتشاہ بن بختیشاہ (غالبًا تذکرۃ الشعرا ہوگا) مجالس النفائس امیر علی شاہ،

تاریخ الحکما، مذکور کا نام "درۃ الاخبار ولمعۃ الانوار" ہے، کشف الظنون مین یہ مذکور نہین، یہ سلطان غیاث الحق والدین محمد کے عہد مین لکھی گئی، مقدمہ مین ہے کہ یہ تاریخ الحکما، ساختہ پرداختہ، امام محقق ظہیر الدین بیہقی" کا ترجمہ ہے، اس مین پہلا حال حنین بن اسحاق اور سب سے آخری محقق نصیر الدین طوسی کا ہے، تراجم مین شیعیت کا رنگ ہی، اسکندریہ کے مشہور یحیٰی نحوی کو اس مین حضرت علی سے ملا یا گیا ہی، کتاب ڈیڑھ دو سو صفحون مین تمام ہے،

حافظ ابو نعیم پانچوین صدی ہجری کے مشہور صوفی محدث ہین، ۴۳۰ھ مین انھون نے وفات پائی ہے، انکی کتاب حلیۃ الاولیاء ناپید نہین، مگر کمیاب ہی، اس مین پہلے وہ حدیثین اپنی سند سے درج کی ہین جن مین اولیاء اللہ کے مناقب ہین اور احوال صوفیانہ کی جن سے تشریح، اور احوال روحانی کی توضیح ہوتی ہے، اور تصوف کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے، اور اسکے بعد خلفائے راشدین اور بقیہ عشرہ مبشرہ اور صوفی صحابہ کرام کے وہ حالات لکھے ہین جن سے ان کے صوفیانہ مدارج ظاہر ہوتے ہین، اور بعد ازین دیگر بزرگون کے بلا ترتیب احوال ہین، اور ہر واقعہ کو بسند بیان کیا ہے، اصلی تصوف کا قدیم نقشہ اس مین نظر آتا ہے، کتاب دو جلدون مین منقسم ہی اور ضخیم ہے،

آہ یہ ایک دردناک نظارہ ہے کہ عثمانی شوکت کی تمام تاریخی یادگارین بکھرتی جاتی ہین، کلکتہ مین ایک خاتون مس متھر، نمبر ۱۴ پارک اسٹریٹ، کلکتہ کے قبضہ مین خدا جانے کب اور کیونکران منتشر اور پراگندہ یادگارون مین سے مس کی ایک پلیٹ چلی آئی ہے،

یہ پلیٹ[1] نہایت اعلیٰ درجہ کی مذہب اور گلکاریون سے مرصع و منقش ہے، سلطان احمد چہارم جسکا نام عبد الحمید بھی ہے، اور جو احمد سیوم کا لڑکا تھا اس نے اس کو اپنے لئے بنوایا تھا، یہ سلطان عبد الحمید ۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء مین اپنے بھائی سلطان مصطفےٰ سیوم کے بعد ترکی کا بادشاہ ہوا تھا پندرہ سالون کی حکومت کے بعد ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء مین اس نے وفات پائی تھی، اسٹیٹسمین نے اپنی ۲۱ اگست کے پرچہ مین اس پلیٹ کا فوٹو اور اس کے متعلق تحقیقات شایع کی ہے، لیکن اس نے یہ غلطی کی ہے کہ سلطان مصطفےٰ سیوم کو جو سلطان احمد چہارم مذکور کا بھائی تھا، باپ لکھدیا ہے

اس پلیٹ کے چار گوشون مین چار عربی جملے ہین، تین گوشون مین تین پر نصیحت فقرے ہین اور چوتھے گوشہ مین مہمان کو تکلیف فرمائی کی دعوت ہے، التأني سلامة (غور و متانت مین سلامتی ہی) العجز ندامة (عاجزی مین ندامت ہی) القناعة غني (قناعت تونگری ہے) تفضل یا سیدی (جناب! مہربانی کیجئے) ان فقرون کو استعمالی ظروف پر منقش کرانے سے غالبًا سلاطین کا مقصد یہ ہوگا کہ ہمیشہ یہ عاقلانہ فقرے نگاہون کے سامنے رہین، ان بلند فقرون کے مقابلہ مین جو قدیم تمدن کی یادگار ہین، ان فقرون کو رکھو جو جدید تمدن کی لطافت پسند نگاہون کو چینی ظروف اور چائے کی پیالیون پر نظر آتے ہین، مثلاً [illegible] "مین تم سے محبت کرتا ہون وغیرہ، ان دونون قسم کے فقرون کو سامنے رکھنے سے دونون تمدنون کے درمیان جو اخلاقی بلندی اور پستی کی نسبت ہے وہ صاف نمایان ہی،

[1] ہمارے پاس اس یادگار کی یہ کیفیت اسد الزمان صاحب متعلم تھرڈ ایر کلاس پریزیڈنسی کالج کلکتہ نے لکھکر بھیجی ہے،

"مذہب اور سائنس" کے باہمی معرکہ کو ہم "اہل نقل" تو "مصنوعی جنگ" سمجھتے ہین، مگر مدعیان عقل و خرد، اس کو حقیقی اور دائمی جنگ یقین کرتے ہین، جس مین سائنس ہمیشہ فاتح، اور مذہب ہمیشہ مفتوح رہیگا اس نتیجہ کا اظہار درحقیقت اس یقین پر مبنی ہے کہ عقل انسانی اور تجربۂ بشری جو کچھ دریافت کرتا ہے وہ ناقابل تکذیب واقعیت ہے، اور اس لیئے اس کے مقابلہ مین اگر مذہب اپنے الہامی اطلاعات کے ذریعہ سے کوئی ایسی بات کہتا ہے جس سے اس واقعیت کو صدمہ پہنچتا ہے، تو یقیناً وہی الہامی اطلاعات غلط اور بے بنیاد ہین اہل مذہب نے اس کے مقابلہ مین دیکھایا کہ خود سائنس کے تجربی اطلاعات کس طرح ہر روز بدلتے رہتے ہین، تو اس کے جواب مین کہا جاتا ہے کہ وہ قدیم حکمیات کے مسائل تھے، جدید حکمیات تجربہ وامتحان پر مبنی ہین اس لیئے وہ غیر متبدل ہین، لیکن آؤ دیکھین کہ خود یہ جواب کہان تک واقعیت پر مبنی ہے؟

جدید سائنس اور حکمیات کی شریعت مین بتاؤ یہ عقائد کہ زمین مین کشش ہے، آواز ایک ہوائی تموج ہے، ایتھر تمام کائنات کی بنیاد ہے، کس درجہ یقینی تھے، اگر مذہب کی الہامی اطلاعات اگر اس کے خلاف ہوتے تو وہ عقل و خرد کے ان اجارہ دارون کی بارگاہ مین کس قدر قابل مضحکہ سمجھے جاتے، مگر آج پروفیسر کالون کی ان تحقیقات کو پڑھو جنھون نے اس بارگاہ علم و عرفان کے عقائد کدہ مین ایک تلاطم برپا کر دیا ہے، اس تلاطم کی کیفیت ایک سائنٹفک رسالہ کی اس خبر مین پوشیدہ ہے؛

پروفیسر کالون (Prozec(avin) نے متعدد علمی نظریون کو غلط ثابت کر دیا ہے، اور اسی بنا پر انھون نے بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی ہے ان کی کتاب (Rex.Theli featom)

کو سویڈن کی شاہی علمی مجلس نے دنیا کی بہترین کتاب کے حیثیت سے منتخب کیا ہے، انتخاب کنندہ جماعت اس کے منطقیانہ دلائل، اور نظریون کی مدح و ستائش مین رطب اللسان ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کے نظریئے سائنس کی دنیا مین انقلاب عظیم پیدا کر دینگے، ان مین سے بعض نظریئے یہ ہین:-

ریڈیو . . . . ایک رنگ ہے،

آواز . . . . ایک روشنی ہے،

کشش ارضی ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ کوئی چیز نہین ہے

ایتھر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ "

محور ارضی ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ مدور ہین

سیاسی و اقتصادی حیثیت سے بالشویکون نے روس مین جو کچھ بھی غلط کاریان کی ہون، جس قسم کے مظالم بھی روا رکھے ہون اور وہان کی رعایا اور غربا کی جو حالت بھی ہو، لیکن حال کے واپس آنے والے ایک سیاح کی زبانی ایک عجیب حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ وہان کی علمی زندگی نے حیرت انگیز طریقہ پر کامیابی حاصل کی ہے، سیاح کا بیان ہے "اگر یہ کہا جائے کہ پٹروگراڈ مین ہر تیسری دوکان، ایک کتاب کی دوکان ہے تو یقیناً کوئی مبالغہ نہ ہوگا، اس شہر مین جو حال تک قحط کا شکار ہو رہا تھا، ادبیات نے حقیقی طور پر ترقی و وسعت حاصل کی ہے،" تو کیا یہ سچ ہے کہ بھوکون اور مظلومون کو کتابون مین ہی کھانا اور انصاف ملتا ہے، اور حضرت مسیح کے اس قول کا کہ انسان صرف روٹی ہی سے زندہ نہین رہتا، یہی مطلب ہے؟

قحط کے اسباب مین اکثر بتایا گیا ہی کہ ہندوستان کی کثرت آبادی بھی ایک بڑا سبب ہی، اور یہان کی غربت کی بھی یہی وجہ ہی، لیکن واقعہ یہ نہین ہی، بلکہ دوسرے ممالک اپنے رقبہ کے لحاظ سے اس سے زیادہ آباد ہین، مجلس اقتصادیاتِ ہند کے رسالہ کے اعداد ہمارے اس بیان کی تصدیق کرینگے، ہر ملک کے مربع میل مین مندرجۂ ذیل نفوس آباد ہین،

نام ملک	مردم شماری سنہ ۱۹۰۰ء	مردم شماری سنہ ۱۹۱۰ء
بلجیم	۵۸۹	۶۶۱
ہالینڈ وغیرہ	۴۱۶	۶۱۵
حکومت متحدہ (انگلستان)	۳۴۴	۴۷۴
جاپان	۲۹۶	۳۴۴
اطالیہ	۲۹۴	۳۱۳
جرمنی	۲۷۰	۳۱۱
اسٹریا	۲۲۶	۲۲۵
سویزرلینڈ	۲۰۷	۲۲۵
فرانس	۱۹۸	۱۹۱
ہندوستان	۱۶۷	۱۷۸
اسپین	۹۷	۱۰۰
ریاستہائے امریکہ	۲۵	۳۰۰
کناڈا	۱،۵	۱،۹۰

ہندوستان کے مختلف صوبون مین بھی اس آبادی مین اختلاف ہی، برہمین سب سے کم ۳۰ نفوس اور بنگال مین سب سے زیادہ یعنی ۵۵۱ ہین

تعصبات و اغراض نفس بعض دفعہ انسان کو بدیہیات تک سے انکار کرنے پر آمادہ کر دیتے ہین آلۂ تعلیم مادری زبان کا ہونا ایک ایسی کھلی حقیقت ہی جس مین بظاہر کسی اختلاف کی گنجائش نہین لیکن ہندوستان کی بدقسمتی سے ہمارے ہان یہ مسئلہ بھی مابہ النزاع بن گیا ہی، انگریزی قوم اور انگریزی زبان سے مرعوبیت کا یہ نتیجہ ہے، کہ کالجون کی اعلیٰ تعلیم کا ذکر نہین، میٹریکولیشن تک کے لئے (جس پر ثانوی تعلیم کا اطلاق ہوتا ہی) انگریزی کے بجائے ملک کی مادری زبان کو آلۂ تعلیم بنانا ہمارے خدایان تعلیم کو گوارا نہین ہوتا، اور جب کبھی ایسی تجویز پیش کی جاتی ہی، تو ارباب حل و عقد انگریزی کی حمایت اور ملکی زبان کی مخالفت مین جان لڑا دیتے ہین،

نومبر سنہ ۲۰ مین یہ تجویز پٹنہ یونیورسٹی کے سامنے پیش ہوئی، تو ایک ہنگامۂ مخالفت برپا ہو گیا، بالآخر بڑے مباحثہ و مناقشہ کے بعد ایک عام اصول و کلیہ کی صورت مین یہ تجویز منظور ہوئی۔ اپریل سنہ ۲۱ مین جب دوبارہ یہ مسئلہ پیش ہوا تو یونیورسٹی ہال ایک بار پھر اختلافات و ترمیمات کی صداؤن سے گونج اٹھا خدا خدا کرکے یہ ترمیم شدہ تجویز منظور ہوئی، کہ سنہ ۱۹۲۳ء کے بعد سے طلبہ ملکی زبان کو بطور آلۂ تعلیم کے اپنے اختیار و انتخاب سے لے سکینگے، اور سنہ ۱۹۲۶ء کے بعد سے یہ لازمی آلۂ تعلیم قرار پا جائیگی، کچھ دن ہوئے کلکتہ یونیورسٹی کے ارکان کے سامنے بھی یہ تجویز پیش ہوئی، اور یہان چونکہ مرحوم سر آشوتوش مکرجی جیسے زبردست و ذی اثر وائس چانسلر کی شخصیت موجود تھی، اسلئے منظور ہو گئی، ۲۰ مارچ سنہ گذشتہ مین بمبئی یونیورسٹی کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا، ہندو یونیورسٹی بنارس مین ہندی کی تعلیم کے لیے خاص کوشش عمل مین آ رہی ہے، اور وہ دن دور نہین، جب وہان کی تعلیم ہندی زبان مین ہو جائیگی، کیا ہماری مسلم یونیورسٹی اپنی مادری زبان کے ذریعہ تعلیم کے امکان پر غور کریگی؛

مقالات

تحریم سُود

(۴)

مجوزین سُود کے دلائل،

از

مولنا عبدالسّلام ندوی،

ربا فضل اور ربا نسیۂ اگرچہ بظاہر دو مختلف چیزین معلوم ہوتی ہین، لیکن نتائج کے لحاظ سے دونون تجارتی چیزین ہین جن مین نفع کو ملحوظ رکھکر دو ہم جنس چیزون کا باہم تبادلہ کیا جاتا ہے، ربا فضل کی صورت مین تو یہ نتیجہ بالکل واضح ہے، البتہ ربا نسیہ کی صورت بظاہر قرض سے مشابہ ہے، لیکن درحقیقت وہ بھی ایک تجارتی معاملہ ہے جس مین زر کے ساتھ زر کی تجارت کیجاتی ہے، کیونکہ قرض مین کسی قسم کا معاوضہ نہین لیا جاتا بلکہ ایک شخص اپنے روپیہ سے ایک مدت مین جو فائدہ اٹھا سکتا تھا وہ اُس مدت تک کے لیے اپنا روپیہ دوسرے شخص کو دیکر اس منافع سے باز آتا ہے اور اسی ایثار و احسان کا اوس کو ثواب ملتا ہے، لیکن جو شخص اس مدت معینہ کا فائدہ سود کی صورت مین لیتا ہے وہ درحقیقت قرض نہین دیتا بلکہ روپیہ کے ساتھ روپیہ کی تجارت کرتا ہے، اس بنا پر ربا فضل اور ربا نسیہ دونون کے جواز و عدم جواز کے متعلق اصل مرکزی بحث یہ ہے کہ دو ہم جنس چیزون کی تجارت جائز ہے یا نہین؟ جہان تک تمدنی اور تعاونی حیثیت کا تعلق ہے، دنیا کا کاروبار دو مختلف چیزون کے تبادلے سے چلتا ہے، اس لیے جب دو شخص باہم ایک ہی چیز کا تبادلہ کرتے ہین تو حصول معاش یا عام تمدنی اغراض کے پورا کرنے کے علاوہ وہ درپردہ کوئی ذاتی غرض پیش نظر رکھتے ہین اور جو شخص ایک

جنس کے مقابلے مین اسی قسم کی دوسری بہترین جنس لیتا ہے یا اس جنس کی زیادہ مقدار کا خواستگار ہوتا ہے، وہ اس جنس کے بہترین یا کثیر ذخیرے کو اپنے دامن مین سمیٹ کر دنیا کا مرفہ الحال شخص بننا چاہتا ہے، اس لیے دنیا کے اقتصادی اور تمدنی نظام مین تعادل و توازن پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہو کہ دو ہمجنس چیزون کی بیع و شرا مین ایسی قیدین لگا دیجائین کہ ان کا ذخیرہ ایک جگہ جمع نہ ہونے پائے، اسلام نے اسی اصول کو پیش نظر رکھکر ضرورت کی نہایت عام چیزون یعنی سونے، چاندی، جو، گیہون، کھجور اور نمک کی باہمی بیع و شرا کے متعلق ایسی قیدین لگا دین ہین، جنکی پابندی کے بعد کوئی شخص ان چیزون کا بہترین یا کثیر ذخیرہ اپنے پاس جمع نہین کر سکتا، لیکن درحقیقت دنیا مین کوئی تجارت بغیر فائدہ کے نہین قائم رہ سکتی، اس لیے اسلام نے جب ان چیزون کی تجارت مین اضافہ و زیادتی کا سد باب کر دیا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ دو ہمجنس چیزون کی تجارت کو جنکا فائدہ تقریباً یکسان ہوتا ہے، کلیۃً بند کر دینا چاہتا ہے، چنانچہ علامہ ابن رشد ہدایۃ المجتہد مین لکھتے ہین،

فان منع التفاضل فی ھذہ الاشیاء یوجب ان لا یقع فیھا تعامل لکون منافعھا غیر مختلفۃ والتعامل انما یضطر الیہ فی المنافع المختلفۃ

اور ان چیزون مین زیادتی کی ممانعت سے یہ ضرور ہو جاتا ہے کہ ان مین تعامل واقع نہ ہو کیونکہ ان کا منافع مختلف نہین ہوتا اور معاملہ کی مجبوری مختلف المنافع چیزون مین ہوتی ہے،

عرب مین جیسا کہ ربا فضل کے مضمون سے ظاہر ہوا ہوگا اس قسم کی تجارت کا عام رواج تھا، جسکی بدترین صورت یہ تھی کہ مہاجنی اور ساہوکاری کی دکانین قائم ہو گئی تھین، جن مین ایک مدت معینہ کے معاوضے مین روپیہ کے ساتھ روپیہ کی تجارت کی جاتی تھی اور اس نے عرب کے تمدنی اور اقتصادی نظام کو بالکل درہم برہم کر دیا تھا اسلام نے بتدریج اسی تجارت کو بند کرنا اور انھی دکانون کو توڑنا چاہا، اس لیے مدینہ مین آنے کے ساتھ ہی رسول اللہ صلعم نے عام ضرورت

کی چند ہم جنس چیزون کی تجارت مین ایسی قیدین لگادین جس نے اس قسم کی بیع و شرار کا کلیۃً انسداد کردیا ان ذرایع کے مسدود ہوجانے کے بعد اس تجارت کی بدترین شکل یعنی ربا نسیہ کو جو قرض کی صورت مین رائج تھی قرآن مجید نے بتدریج متعدد آیتون کے ذریعہ سے باطل کیا اور سب کے اخیر مین خداوند تعالیٰ نے اس کے متعلق سب سے زیادہ طویل اور وعید آمیز آیت یہ نازل فرمائی الذین یاکلون الربوا الخ جس کے متعلق مفسرین نے تصریح کردی ہے کہ وہ عرب کے ساہوکارون اور مہاجنون کے بارے مین نازل ہوئی ہے، چنانچہ علامہ عینی شرح بخاری مین لکھتے ہین،

قال الطبری انما خص الاکل بالذکر لان	طبری نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سود کھانے کا ذکر خاص
الذین نزلت فیھم الآیات المذکورۃ کانت	طور پر اس لیے کیا کہ جن لوگون کے بارے مین یہ آیتین
طعمتھم من الربوا[1]	نازل ہوئی ہین اونکا ذریعہ معاش ہی سود تھا،

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانے کی سیکڑون گردشون کے بعد بھی آج تک مسلمانون مین ساہوکاری اور مہاجنی کا رواج نہ ہوسکا، لیکن مسلمانون کے علاوہ اور قومین یہ بیوہار کرتی رہین اور اس زمانے مین بھی یہ تجارت نہایت وسعت کے ساتھ جاری ہے، اور بنکون کی صورت مین اوسکی شاندار دکانین قائم ہین، اس بنا پر اس تجارت کے جواز کی اصولی وجہین صرف دو ہوسکتی ہین،

(۱) ایک تو یہ ثابت کیا جائے کہ ہم جنس چیزون کی تجارت تمدنی اغراض و ضروریات کے لیے مفید ہے اور اس سے دنیا کے اقتصادی نظام مین توازن و تعادل قائم رہتا ہے،

(۲) دوسرے یہ کہ ہم جنس چیزون کے درمیان منافع و استعمال کے لحاظ سے نہایت واضح اختلاف ثابت کیا جائے،

علمائے اسلام مین علامہ ابن تیمیہ پہلے شخص ہین جنھون نے سونے چاندی کے زیورات و مصنوعات کی بیع و شرا مین اس دوسرے اصول سے کام لیا ہے، اور علامہ ابن قیم نے بھی

[1] عینی جلد ۵ صفحہ ۴۴۴

اعلام الموقعین مین اونھی کی تقلید کی ہے اور اس پر حسب ذیل دلائل قائم کئے ہین

(۱) اس قسم کی چیزونکو اونھی کی ہمجنس وہم وزن چیزون کے ساتھ اگر فروخت کیا جائے تو اس سے صناعی کی محنت اور قیمت بالکل ضایع ہوجاتی ہے، اس لیے اونکی بیع و شرا، یا تو اُن کی ہمجنس چیزون سے بالکل ممنوع قرار دی جائے اور دوسری جنس کے ساتھ ہو لیکن اس مین سخت حرج واقع ہوگا کیونکہ بہت سے لوگون کے پاس سونا نہین ہوتا اور بائع جو اور گیہون کے ساتھ اونکو فروخت نہین کرنا چاہتا، یا ہر شخص کو خود ان کے بنانے پر مجبور کیا جائے لیکن یہ محال یا مشکل ہے، اس لیے انکی بیع کو جائز کرنا پڑیگا اور اس صورت مین اگر وہ درہم کے ساتھ نہ فروخت کیجائین تو لوگون کے مصالح کو نقصان پہنچیگا، اس بارے مین جو حدیثین وارد ہوئی ہین اُن مین صراحۃً اسکی ممانعت نہین ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ عام یا مطلق ہین اور قیاس جلی کے ساتھ عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید ہوسکتی ہے، مثلاً زکوٰۃ سونے اور چاندی مین واجب ہے اور جمہور کے نزدیک زیور اس مین داخل نہین ہے

(۲) زیورات صنعت کی وجہ سے ثمن کی جنس سے نکل کر کپڑے اور اسباب کی طرح تجارتی سامانون مین داخل ہوجاتے ہین اس لیے اگر وہ اپنی جنس کے ساتھ فروخت کیے جائین تو اس مین کوئی ہرج نہین ہے،

(۳) عہد رسالت مین لوگ زیورات بناتے تھے اور عورتین اونکو پہنتی تھین اور عید وغیرہ مین صدقہ کرتی تھین جو محتاجون کو ملتا تھا اور یہ یقینی ہے کہ وہ اونکو فروخت کرتے تھے اور یہ بھی یقینی ہے کہ وہ اپنے ہم وزن کے برابر نہین بیچے جاتے تھے کیونکہ یہ حماقت ہے، انگوٹھی اور چھلے کی قیمت ایک دینار نہین ہوسکتی، ان کے یہان پیسے بھی نہین چلتے تھے، اور وہ حیلے کا بھی استعمال نہین کرتے تھے،

(۴) کسی صحابی سے یہ منقول نہین ہے کہ زیورات صرف غیر جنس کے ساتھ یا ہم وزن فروخت

کیے جائین، یہ ممانعت صرف بیع صرف یعنی سونے چاندی اور درہم و دینار کے متعلق منقول ہے،

(۵) ربا رفضل صرف اس لیے حرام کیگئی ہے کہ وہ ربا رنسیہ کا ذریعہ نہ بننے پائے اور جو چیز انسداد ذریعہ کے لیے حرام کیجاتی ہے وہ مصلحت راجحہ کے لیے مباح کرلیجاتی ہے، مثلاً منگنی کرنے والا اور گواہ اور طبیب عورت کو دیکھ سکتا ہے، اسی طرح زیورات بھی اپنے سے زیادہ وزن کے سونے یا چاندی سے فروخت کیے جاسکتے ہین، کیونکہ اسکی ضرورت ہے اور اسکی حرمت صرف انسداد ذریعہ کیلیے تھی،

اب اُن پر متعدد اعتراضات ہوتے ہین جنکے اُنھون نے جوابات دیے ہین،

(۱) ایک تو یہ کہ حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے جب ایک غزوہ مین چاندی کا برتن فروخت کیا گیا تو حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اوسکی مخالفت کی اور اُسکو ناجائز قرار دیا، لیکن علامہ ابن قیم کہتے ہین کہ اسلام مین چونکہ چاندی کے برتن کا استعمال ہی ناجائز ہے، اس لیے وہ اپنے ہم جنس یا غیر ہمجنس کسی چیز کے ساتھ بھی فروخت کیے جائین اونکی بیع ناجائز ہے اور حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اسی کی مخالفت کی تھی،

(۲) وصف کی کوئی قیمت نہین ہے، اگر وصف کی قیمت تسلیم کرلیجائے تو جید چاندی بھی زیادہ ردی چاندی کے مقابلے مین فروخت کیجاسکتی ہے لیکن شریعت مین یہ ناجائز ہے، لیکن علامہ ابن قیم کہتے ہین کہ مصنوعی اور طبعی اوصاف مین فرق ہے، شریعت نے ذو ہمجنس چیزون مین صرف طبعی اوصاف کی کوئی قیمت نہین رکھی ہے کیونکہ اگر طبعی اوصاف کا لحاظ رکھا جاتا تو ربا رفضل ناجائز ہی نہین ہوسکتی البتہ مصنوعی اوصاف کی قیمت اور اجرت دلوائی جاسکتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے زیور بنوائے تو اوسکی اُجرت دینا پڑیگی اسی طرح اگر کوئی شخص خود زیور بنا کر فروخت کرے تو وہ اپنی صناعی کی قیمت کو بھی اصل مین شامل کرسکتا ہے،

(۳) درہم و دینار کے ڈھالنے مین بھی صنعت پائی جاتی ہے، اس لیے اونکے معاوضے مین

بھی سونے چاندی کی زیادہ مقدار لیجاسکتی ہے اور یہ زیادتی ان کے ڈھالنے کی اجرت یا قیمت ہوگی، لیکن علامہ موصوف کہتے ہین کہ درہم و دینار شاہی حکم سے پبلک فوائد کے لیے ڈھالے جاتے ہین، اس لیے ان کے ڈھالنے کی کوئی قیمت نہین لیجاسکتی یہی وجہ ہو کہ ان کے تبادلے مین صنعت اور نقش ونگار کا لحاظ نہین کیا جاتا،

علامہ موصوف پر سب سے قوی اعتراض جو وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صحیح مسلم مین صریح حدیث موجود ہے کہ ایک صحابی نے ایک ہار جس مین مہرے لگے ہوئے تھے ۱۲ دینار پر خرید ا اور اوسکا سونا الگ کیا تو ۱۲ دینار سے زاید نکلا اُنھون نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلعم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ "جب تک سونا الگ نہ کرلیا جائے وہ فروخت نہین ہوسکتا" لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ علامہ موصوف نے اس حدیث سے کوئی تعرض نہین کیا ہے تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اس ہار مین ایک چیز اور بھی شامل تھی اس لیے جب تک دونون چیزین الگ الگ نہ کرلیجائین اونکی قیمت متعین نہین ہوسکتی، اس کے بخلاف سادہ یا منقوش زیورات مین چونکہ کوئی اور چیز شامل نہین ہوتی اس لیے اونکی حالت اس سے مختلف ہے، بہرحال یہ اصول صحیح ہے اور شیخ عبد العزیز شاویش نے بھی ربا رفضل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اوس مین اسی اصول سے فائدہ اُٹھایا ہے، اس لیے ہم کو اس سے اختلاف کرنے کی ضرورت نہین ہے، البتہ علامہ ابن قیم کے نزدیک ربا رنسیہ کی حرمت خود مقصود بالذات ہے اور ربا رفضل کو صرف اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ وہ ربا رنسیہ کا ذریعہ نہ بننے پائے، اس لیے اُن کے نزدیک اوسکی کوئی صورت جائز نہین ہے لیکن اس زمانے مین ان دونون اصول کو چھوڑ کر جواز سود پر اور دلائل قائم کیے جاتے ہین مثلاً ربا رفضل اور ربا رنسیہ دونون کی حلت پر ایک حدیث سے جو مکحول سے ان الفاظ مین مروی ہے،

لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب — مسلم اور حربی کے درمیان دار الحرب مین ربا نہین ہے،

استدلال کیا جاتا ہے لیکن مکحول اگرچہ احناف کے نزدیک فقیہ اور ثقہ ہین، تاہم اس کے ساتھ وہ مشہور مدلس بھی ہین، خود اس حدیث مین وہ یہ نہین بتاتے کہ اُنھون نے اس کو کس صحابی سے سنا ہے، اس کے بخلاف مسلم اور حربی کے درمیان عدم جواز سود کی جو حدیث ہے وہ اس سے بہت زیادہ قوی ہے، چنانچہ روایات مین ہے، کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد مکہ مین چلے آئے تھے اور مخفی طور پر سودی کاربار کرتے تھے، اس وقت مکہ اگرچہ دار الحرب تھا لیکن رسول اللہ صلعم نے ان کے بقیہ سود کو جو اہل عرب کے ذمہ باقی تھا منسوخ قرار دیا اور فرمایا،

کل ربا کان فی الجاهلیة فهو موضوع — جاہلیت کا ہر سود منسوخ کیا جاتا ہے، اور پہلا سود جو

واول ربا یوضع ربا العباس بن عبد المطلب — منسوخ کیا جاتا ہو وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے،

امام اوزاعی اور امام شافعی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہین، اور مکحول سے جو روایت منقول ہے اوسکو صحیح نہین سمجھتے چنانچہ کتاب الام مین لکھتے ہین،

وما احتج به ابو یوسف لابی حنیفة لیس بثابت فلا حجة فیه، — اور ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کی تائید مین جس حدیث سے حجت پکڑی ہے وہ ثابت نہین ہے، اس لیے اُس سے استدلال نہین کیا جا سکتا

ربا کی آخری آیتین بھی جن مین بقیہ سود کے چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے باتفاق مفسرین حضرت عباس ہی کے بارے مین نازل ہوئی ہین لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجوزین سود اس حدیث کے سوا جو فقہ کی کتابون کے علاوہ حدیث کی اور کسی کتاب مین مذکور نہین ہے فقہا کی ان قیود کو جو انھون نے مضاربت اور اجارہ مین لگائی ہین تسلیم نہین کرتے،

(۲) جواز ربا پر دوسرا استدلال یہ کیا جاتا ہے کہ آیت ربا مجمل ہے، جسکی تفسیر حدیث نے کی ہے، خود وہ حرمت ربا کے متعلق نص نہین ہے، بالخصوص بنکون کا سود تو اس مین

شامل ہی نہین ہے کیونکہ اہل عرب جو سود لیتے تھے اوس مین سود کی رقم بڑھکر دوگنا تگنا ہو جاتی تھی شیخ عبد العزیز شاویش نے اسی دلیل کی بنا پر موجودہ طریقہ سود کو جائز قرار دیا ہے، اور اپنی تائید مین مفسرین و فقہا کے بہت سے اقوال نقل کیے ہین، لیکن ہم ربا فضل کی بحث مین لکھ آئے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے مدینہ مین آنے کے ساتھ ہی سونے، چاندی، جو، گیہون، نمک اور کھجور کی بیع کو زیادتی کے ساتھ منع فرمایا اور غزوۂ خیبر تک اسکی تکمیل ہو گئی، اس کے بعد ربا کی آخری آیت نازل ہوئی جس مین ربا نسیہ کو حرام قرار دیا گیا، اس حالت مین تاریخی حیثیت سے ہین یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہون کہ ربا کی آخری آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہی حدیث نے اوسکی تفسیر کیون کر کردی؟ اس سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلعم نے ربا کے تمام ذرائع کا انسداد کر دیا اس کے بعد جو چیز مقصود بالذات تھی یعنی ربا نسیہ حرام کر دیگئی، اس بنا پر قرآن و حدیث دونون کے ملانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے سود خواری کی کم و بیش ہر صورت کو ناجائز قرار دیا ہے، یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ اس وقت اہل عرب جو سود لیتے تھے وہ موجودہ زمانہ سے مختلف تھا، لیکن قرآن مجید کے تمام فقہی احکام فرضی الحکام نہین ہین بلکہ وہ خاص خاص واقعات کے پیش آجانے کے بعد نازل ہوئے ہین، تاہم وہ انھی واقعات تک محدود نہین ہین، بلکہ ان کا حکم عام ہے، اور اسی بنا پر فقہائے نے یہ اصول قائم کر دیا ہے کہ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب یعنی اعتبار الفاظ کی عمومیت کا ہے اسباب کی خصوصیت کا اعتبار نہین، دنیا کے تمام مذاہب مین سود خواری کی ممانعت کیگئی ہے، اور یہ یقینی ہے کہ انکی صورتین عرب کے طریقہ سود سے مختلف تھین، خود عرب مین بھی اسکا کوئی باضابطہ نظام قائم نہ تھا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شریعت سود خواری کی کسی صورت کو جائز نہین قرار دیتی، کیونکہ وہ بجنس چیز کی تجارت سے کسی صورت مین بھی دنیا کا تمدنی اور اقتصادی نظام تعاول و توازن کی صورت مین

قائم نہین رہ سکتا، خود اس زمانے مین بھی جبکہ مقدار سود نہایت کم ہے، تمام دنیا کی دولت سرمایہ دارون اور بنکون کے ہاتھ مین آگئی ہے، اور اونکو اس قدر اقتدار حاصل ہوگیا ہے کہ خود حکومتون نے بھی اونکے سامنے سر تسلیم خم کردیا ہے،

(۳) خود شیخ عبدالعزیز شاویش تو اس سے زیادہ کہنے کی جرأت نہ کرسکے کہ کم مقدار کا سود قطعاً حرام نہین، لیکن اونکے اور ہمنوا مثلاً حفنی بک ناصف اور ڈاکٹر توفیق آفندی صاف صاف کہتے ہین کہ موجودہ زمانے کا سود سود ہی نہین، کیونکہ قدیم زمانے مین سودخواری کا جو طریقہ تھا وہ بالکل غیر پیدا آور تھا اور اس کا تعلق غربا کے ساتھ تھا جو اس طریقہ سے بالکل تباہ ہوجاتے تھے، لیکن اگر ایک شخص کو تجارتی اغراض کے لیے سود دیا جائے اور اوس سے نفع کی ایک معین مقدار لیجائے تو اس سے دنیا پر کوئی تباہی نہین آتی بلکہ تمدن کو اور ترقی ہوتی ہے، اس بنا پر یہ سود نہین ہے بلکہ مضاربت کی ایک صورت ہے، البتہ فقہا نے مضاربت مین یہ شرط لگادی ہے کہ اس مین نفع کی تعیین نہین ہوسکتی، لیکن اس پر کوئی دلیل نہین ہے، بلکہ جس طرح ایک شخص زمین کی سالانہ لگان مقررہ طریقہ پر لے سکتا ہے، اوسی طرح مضاربت مین بھی نفع کی تعیین کرسکتا ہے، لیکن اس طریقہ استدلال سے ان لوگون نے اجارہ اور مضاربت دونون کی حقیقت کو بالکل مخلوط کرلیا ہے، اور یہ جرأت اونکو اس لیے ہوئی ہے کہ خود قرآن اور حدیث مین مضاربت کا کوئی حکم یا اوسکی کوئی شرط موجود نہین ہے، بلکہ عرب مین یہ ایک تجارتی طریقہ جاری تھا جسکو اسلام نے قائم رکھا، ابوداؤد مین مضاربت کے متعلق چند حدیثین بے شبہہ موجود ہین جن سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کے سرمایہ سے تجارت کرسکتا ہے، لیکن ان سے منافع کی تعیین و عدم تعیین پر کوئی روشنی نہین پڑتی، لیکن باین ہمہ علماء نے اجارہ اور مضاربت کو دو مختلف چیز قرار دیا ہے، اور ان کے نزدیک مضاربت مین نفع کا عدم تعیین بالکل

عادلانہ اصول پر مبنی ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم نے اس مسئلہ پر ایک طویل بحث کی ہے کہ شریعت مین کوئی چیز خلاف قیاس نہین، اور اسی سلسلے مین اُنھون نے مضاربت کو بھی بالکل عقل و قیاس کے مطابق ثابت کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ

جو لوگ کہتے ہین کہ مضاربت، مساقات اور مزارعت خلاف قیاس ہے وہ سمجھتے ہین کہ یہ معاملات اجارہ کے جنس سے ہین، کیونکہ ان مین معاوضے کے لیے عمل کیا جاتا ہے، اور اجارہ مین عوض اور معوض کا علم ہونا چاہئے لیکن جب ان لوگون نے دیکھا کہ ان معاملات مین عمل اور فائدہ غیر معلوم ہے تو یہ کہدیا کہ یہ خلاف قیاس ہے، لیکن یہ اونکی غلطی ہے کیونکہ یہ معاملات شرکت کی قسم سے ہین محض معاوضات کی قسم سے نہین ہین جس مین عوض اور معوض کا علم ہونا چاہئے اور شرکت باہمی ایک ایسی چیز ہے جس مین اگرچہ معاوضہ کی آمیزش ہوتی ہے، لیکن وہ معاوضات کی جنس سے الگ ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ جس عمل کے ذریعہ سے مال مقصود ہوتا ہے اوسکی تین قسمین ہین،

(۱) ایک یہ کہ صرف عمل مقصود ہو، معلوم ہو اور عامل اوس کے کرنے پر قادر ہو اس کا نام اجارہ ہے، اور وہ لازمی ہے، (یعنی عامل کو لازمی طور پر مقررہ کام کرنا پڑیگا اور لازمی طور پر اسکی معینہ اجرت ملیگی)

(۲) دوسرے یہ کہ عمل تو مقصود ہو لیکن وہ نامعلوم ہو یا اس مین احتمال ہو، اس کا نام جعالہ ہے اور وہ جائز ہے لازم نہین ہے، مثلاً ایک شخص کہے کہ جو شخص میرے بھاگے ہوئے غلام کو واپس لائیگا اوسکو سو روپیہ دونگا تو وہ شخص اس کے واپس لانے پر کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی نہین، کبھی قریب سے واپس لاسکتا ہے، کبھی دور سے، یہی وجہہ ہے کہ یہ لازم اور ضروری نہین ہے، بلکہ وہ جائز ہے، اگر کام کریگا تو معاوضہ کا مستحق ہوگا،

ورنہ نہین، اس صورت مین یہ بھی ممکن ہے کہ معاوضہ غیر معین اور نامعلوم ہو بشرطیکہ اس جہالت سے اس کے ادا کرنے مین کوئی خلل واقع نہ ہو مثلاً سپہ سالار فوج یہ کہے کہ جو شخص فلان قلعہ کا راستہ بتلائے گا اوس کو اُس مال غنیمت کا ثلث دیا جائیگا جو اس قلعہ مین ملے گا،

(۳) تیسری قسم وہ ہے جس مین عمل مقصود نہین ہوتا بلکہ مقصود مال ہوتا ہے اور اسی کا نام مضاربت ہے، کیونکہ رب المال (یعنی سرمایہ دار) کو عامل کا عمل مقصود نہین ہوتا جیسا کہ جعالہ اور اجارہ کی صورت مین ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر وہ پورا کام کرے اور اوسکو کچھ فائدہ حاصل نہ ہو تو اوسکو کچھ نہین ملے گا، بلکہ یہ شرکت ہے ایک اپنے مال کے نفع سے اور دوسرا اپنے جسم کے نفع سے ایک دوسرے کا شریک ہے، اور خداوند تعالےٰ جو نفع دیگا وہ غیر معین طور پر دونون کو ملے گا یہی وجہ ہے کہ ان مین کوئی شخص معین نفع کو اپنے لیے مخصوص نہین کر سکتا کیونکہ شرکت مین جو عدل واجب ہے یہ اوسکی خلاف ورزی ہے، باہمی مزارعت کی صورت مین رسول اللہ صلعم نے اسی کی ممانعت کی ہے، کیونکہ زمین کا مالک کھیت کے ایک مخصوص جگہ کی پیداوار جو بالکل لب نہر یا نالیون کے آنے جانے کے راستے مین ہوتی تھی اپنے لیے مخصوص کر لیتا تھا تو رسول اللہ صلعم نے اسکی ممانعت کر دی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت قیاس کے مطابق ہے، اس لیے اگر مضاربت مین بھی اسی قسم کی شرط کیجائے تو وہ جائز نہین کیونکہ شرکت کا دار مدار اس پر ہے کہ دونون شریکون مین عدل کا لحاظ رکھا جائے[1]،

ڈاکٹر توفیق آفندی کہتے ہین کہ اگر ایک شخص کو ایک مقررہ سالانہ لگان پر زمین کاشت کرنے کے لیئے دیدیجائے تو یہ تعین جائز ہے، لیکن اگر مضاربت مین اس قسم کی تعین کر لیجائے تو جائز نہین،

[1] اعلام الموقعین جلد ۲ صفحہ ۸۵-۸۶،

دونون صورتون مین فرق کیا ہے؟ نفع دونون صورتون مین غیر یقینی ہے، لیکن انھون نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ اجارہ مین شرکت نہین ہوتی بلکہ وہ محض معاوضہ کی صورت ہے، اس لیے اوس مین معاوضہ کی تعیین ہو سکتی ہے، لیکن مضاربت شرکت کی صورت ہے، اس لیے اس مین نفع کی تعیین سراسر ظلم ہے، ممکن ہے کہ ایک شریک تجارت کو نفع نہ حاصل ہو یا صرف اُسی قدر حاصل ہو جسکو اس نے متعین کر لیا ہے، اس حالت مین اوسکو صریح نقصان ہوگا، خود ایک شخص کسی کو اپنا کھیت اجارۃً نہ دے بلکہ ایک کا کھیت اور دوسرے کی محنت ہو جسکو شریعت مین مزارعت کہتے ہین تو اس صورت مین بھی پیداوار کی کوئی تعیین نہین ہو سکتی کیونکہ یہ شرکت ہے اور شرکت کی صورت اجارہ سے مختلف ہے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ کھیت کے بہترین حصے کی پیداوار اس صورت مین اپنے لیے مخصوص کر لیتے تھے رسول اللہ صلعم نے اوسکو ممنوع قرار دیا، لیکن اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بنکون کا معاملہ ایک قسم کی مضاربت ہے جس مین نفع کو معین کر لیا گیا ہے تو سوال یہ ہے کہ غیر مذہب کے لوگون کے ساتھ اس قسم کی شرکت جائز ہے یا نہین؟ اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فتوٰی یہ ہے،

عن ابن عباس قال لا تشارك يهوديا و لا نصرانيا و لا مجوسيا قيل و لم قال لانهم يربون و الربا لا يحل[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا، کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی سے شرکت نہ کرو اُن سے کہا گیا کیون؟ بولے اس لیے کہ وہ سود لیتے ہین اور سود حلال نہین،

ان تمام دلائل کے بعد سب سے آخری نے حیلے پر ٹوٹتی ہے، جسکی عجیب و غریب صورتین فقہ کی کتابون مین مذکور ہین، لیکن حیلہ شریعت مین خود ناجائز ہے، اور علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم نے اس پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، اور جا بجا ربا کی بھی مثالین دی ہین، چنانچہ علامہ

[1] کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ بحوالہ عبدالرزاق،

ابن قیم ایک موقع پر لکھتے ہین کہ

حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً و موقوفاً مروی ہے کہ لوگون پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جس مین پانچ چیزین پانچ چیزون کے ساتھ حلال کرلیجائینگی، لوگ شراب کو ایک خاص نام سے رشوت کو ہدیہ کے نام سے، قتل کو ڈرانے کے نام سے، زنا کو نکاح کے نام سے، اور سود کو بیع کے نام سے حلال کرلین گے، اور یہ بالکل سچ ہے کیونکہ بیع کے نام سے سود کا حلال کرلینا ظاہر ہے مثلاً اُن سودی حیلون کے جنکی صورت بیع کی اور حقیقت سود کی ہوتی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ سود اپنی حقیقت اور اپنی خرابی کی بنا پر حرام کیا گیا ہے نہ اپنی صورت اور نام کی وجہ سے تو یہ مان بھی لو کہ سود خوار اوسکو سود نہین کہتا بلکہ بیع کہتا ہے لیکن یہ حیلہ اوسکو اوسکی نفس حقیقت اور ماہیت سے نکال نہین دیتا[1]،

ایک جگہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ حیلون کے ناجائز ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور اسکی متعدد مثالین درج کی ہین جس مین ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے قرض دینے والے کو قرض لینے والے کے ہدیہ کے قبول کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسکو سود قرار دیا ہے[2]،

ایک موقع پر لکھا ہے کہ

جس شخص نے لعنت کی حدیثون پر غور کیا ہے اوسکو معلوم ہوگا کہ عام طور پر یہ حدیثین اُن لوگون کے بارے مین آئی ہین جنھون نے خدا کے محرمات کو حیلون کے ذریعہ سے حلال کرلیا ہے یا اُنکے ذریعہ سے اس کے فرائض ساقط کردیے ہین،

مثلاً ایک شخص بلا خواہش صحیح ایک مطلقہ عورت سے اس لیے جماع کرتا ہے کہ اس حیلے سے وہ دوسرے

(۱) ابن قیم جلد ۳ صفحہ ۱۰۶، (۲) ایضاً صفحہ ۱۰۸

کے لیے جائز ہو جائے، تو خدا نے اوس پر لعنت بھیجی ہے، خدا نے یہود کے لیے چربی کا کھانا حرام کردیا تھا انھون نے حیلے سے اوسکو جمالیا اور اوس کو فروخت کرکے اوسکی قیمت کو تصرف مین لائے، خدا اُن پر لعنت بھیجتا ہے، خدا نے سود کھانے والے، اوس کے لکھنے والے اور اوس کے گواہ پر لعنت بھیجی ہے، لیکن یہ معلوم ہے کہ یہ وہی حیلے کا سود ہے جس کے لیے کتابت اور شہادت کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ کھلا ہوا سود جو سردست لیا جاتا ہے اوس کے لیے شہادت کی کیا ضرورت ہے خدا نے مصنوعی بال جوڑنے والی، اور جڑوانے والی، گودنا لگانے والی اور گودنا لگوانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے، اور حضرت ابن مسعود کی حدیث مین ان دونون کے ساتھ سود کھانے والے، سود کھلانے والے، اور اوس شخص کو جو ایک عورت کا حلالہ کرتا ہے اور اوس شخص کو جس کے لیے وہ حلال کیجاتی ہے، بھی شامل کرلیا ہے کیونکہ ان سب مین قدر مشترک یہ ہے کہ یہ سب فریب کرتے ہین[1]، بہرحال شریعت مین اصلی چیز نیت ہے اور صورت کے بدل جانے سے اصلی نیت نہین بدل جاتی اس بنا پر حیلے کی کوئی صورت شرعاً جائز نہین ہوسکتی، یہود نے انھی حیلون کے ذریعہ سے اپنی شریعت کو بالکل مسخ کردیا تھا، اس لیے جس طرح انھون نے خدا کی شریعت کی صورت بدل دی تھی خدا نے بھی ان کی صورتین بدل دین اور اُنکو سور اور بندر بنادیا، لیکن ہم کو علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کی تصریحات سے استدلال کرنے کی ضرورت نہین ہے، خود حدیث مین سونے چاندی وغیرہ کی بیع مین مثلاً بمثل کی قید لگا دیگئی ہے، جس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر سونے چاندی کے ساتھ بطور حیلہ کے کوئی اور چیز مخلوط کرلیجائے مثلاً کھجور یا اس زمانے مین پیسہ تو یہ بیع ناجائز ہوگی کیونکہ وہ مثلاً بمثل نہین ہے، خود رسول اللہ صلعم کے سامنے جب ایک ہار جس مین مہرہ لگا ہوا تھا فروخت کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ جب تک اس سے الگ نہ کرلیا جائے اسکی بیع نہین ہوسکتی جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سونے چاندی کی بیع غیر مخلوط طریقہ پر ہونی چاہئے،

(۱) ابن قیم جلد ۳ صفحہ ۱۲۶

لیکن بایں ہمہ اسلام مین اختلاف مکان وزمان کا اثر فتاوے ومسائل پر بھی پڑا ہے، اور خود علامہ ابن قیم نے ایک مستقل فصل قائم کی ہے جسکا عنوان یہ ہے،

زمانہ، مقامات، حالات، نیات اور عادات کے تغیر سے فتاوی کی تبدیلی اور اختلاف مین،

اور اس فصل مین انھون نے اس قسم کی متعدد مثالین درج کی ہین، مثلاً قرآن مجید مین چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہی لیکن رسول اللہ صلعم نے میدان جہاد مین چور کے ہاتھ کاٹنے کی ممانعت کی ہی تاکہ کوئی مسلمان ناراض ہو کر مشرکین کے ساتھ نہ مل جائے، اور اسلام مین اس پر عمل بھی ہوا ہے قحط کے زمانے مین بھی جبکہ فاقہ زدگی انسان کو چوری پر مجبور کر دیتی ہے، حضرت عمرؓ نے چوری کی اس سزا کو ساقط کر دیا تھا،

مسلمانوں کے لیے موجودہ زمانہ بھی اسی قسم کے ابتلا، وامتحان کا زمانہ ہے، معاملات کی بہت سی صورتین ایسی پیدا ہو گئی ہین جنکو سود کی آمیزش سے پاک نہین کیا جاسکتا، بالخصوص تجارتی معاملات تو بالکل بنکون اور کمپنیون کے ہاتھ مین آ گیے ہین اس بنا پر اس زمانے مین مسلمانون کی قوم کو دولتمند بنانے کے لیے تو سود خواری کا فتوی نہین دیا جاسکتا جس کے لیے اس قسم کی تجویزین پیش کیجاتی ہین کہ طلبہ اپنی جیبون سے تھوڑی رقمین بچا کر ڈاکخانون مین جمع کرین جسمین اتنے سال مین اتنا منافع ہو جائیگا البتہ جو مجبورانہ صورتین ہین، ان کی نسبت بھی جواز کا فتوی تو نہین دیا جاسکتا البتہ ان پر مسلمانون کو معذور کہا جاسکتا ہی اور خداوند تعالی کی ذات سے یہ توقع کیجاسکتی ہے کہ وہ انکی مجبوریون کی بنا پر انکو اپنے دامن عفو وکرم مین جگہ دیگا، لیکن اس کے لیے کسی عام تبلیغ واشاعت کی جیسا کہ اس زمانے مین کی جارہی ہے کوئی ضرورت نہین ہے مسلمانون مین جو لوگ مجبور یا دولتمند ہین وہ خود سود دے رہے ہین یا سود لینے پر مجبور ہوئے ہین، اور جو لوگ باوجود اس مجبوری کے سود سے محترز رہتے ہین وہ ہر طرح قابل تحسین وستائش ہین، اور جو شخص ان کو سود خواری کی دعوت دیتا ہے وہ تحت شرعی جرم کا مرتکب ہوتا ہے،

———— . ————

ایک تاریخی غلطی کی اصلاح

محمد بن قاسم الثقفی کی موت کا اصلی سبب

از سید نجیب اشرف صاحب ندوی بی اے

مولانا شبلی رح نے فلسفۂ تاریخ کے ایک اہم نکتہ کو ان الفاظ مین بہترین طریقہ سے واضح کیا ہی

"فلسفۂ تاریخ کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑ جاتے ہین، اسی قدر ان کی صحت زیادہ مشتبہ ہو جاتی ہی، سد سکندر، دیوار قہقہہ، چاہ بابل، آب حیوان، مار ضحاک، جام جم، سے بڑھ کر کس واقعہ نے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے، لیکن کیا ان مین سے ایک بھی اصلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے[1]؟"

یہ ایک ایسی صداقت تاریخی ہی جس کی تردید ناممکن ہے، اسی قسم کی عام شہرت بدبخت اولین مسلم فاتح ہند محمد بن قاسم کی موت نے حاصل کر لی ہے، عام فارسی تاریخین چچ نامہ، فرشتہ، طبقات اکبری، زبدۃ التواریخ، معصومی، وغیرہ نے کسی تنقید واستناد کے بغیر اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے:-

"دار السلطنت سندھ کی فتح کے بعد، مال غنیمت مین وہان کے راجہ داہر کی دو لڑکیان بھی گرفتار ہو کر آئین، ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر نوجوان فاتح نے ان کو خلیفہ کی خدمت مین روانہ کر دیا، جب وہ دار الخلافتہ مین پہنچین تو انھون نے خلیفہ سے عرض کی کہ اب وہ حرم امیر المؤمنین کے لائق نہین ہین، کیونکہ ان کو وہان سے روانہ کرنے سے پہلے قاسم ان کے باغ حسن کی خوشہ چینی کر چکا ہے، خلیفہ کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی، اس نے فوراً خط لکھا کہ قاسم جہان کہین بھی ہو اپنے

[1] مضامین عالمگیری ص۱،

اپنے کو نامہ بر کے حوالہ کردیئے جو اوسے ایک بیل کی کھال مین سی کر خلیفہ کے سامنے لائے، جب یہ خبر قاسم کے پاس پہنچا تو فرمان بردار سپہ سالار نے اپنے کو اس کے حوالہ کر دیا، اس نے ہدایت کے موافق اُسے کھال مین سی لیا، تین دنون کے بعد اسکی روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو گئی، جب اسکی لاش خلیفہ کے سامنے لائی گئی تو اس نے ان دونون لڑکیون کو بلوا کر دکھایا، انھون نے لاش دیکھکر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے کہا کہ خلیفہ کو ہر خطرناک کام غور و فکر کے بعد کرنا چاہیے، قاسم سرے سے بے قصور تھا، لیکن چونکہ اس نے ان کے ملک کو تباہ، ان کے باپ اور برادران وطن کو قتل، اونکی حکومت کو برباد اور اونکی قوم کو غلام بنالیا تھا، اس لئے انتقامًا یہ الزام اس پر لگایا اور انکی امیدین بر آئین، خلیفہ کی آتشِ غضب بھڑک اوٹھی اس نے حکم دیا کہ ان دونون لڑکیون کو قتل کر دیا جائے"

یہی واقعات ہین جو کم و بیش حذف و اضافہ کے ساتھ تمام فارسی تاریخون مین مذکور ہین، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس تمام افسانہ کی کوئی اصلیت بھی ہے؟ کیا واقعی داہر کی لڑکیان گرفتار بھی ہوئین تھین؟ کیا وہ دار الخلافت کو بھیجی گئی تھین؟ کیا قاسم کی موت اسی طرح واقع ہوئی؟ یا یہ تمام باتین الف لیلہ کی داستان سے زیادہ حقیقت نہین رکھتین؟

ہمارے فارسی مورخین کا بدقسمتی سے یہ ایک عام شیوہ رہا ہے کہ ان کے سامنے جو کتاب بھی آئی، اس خیال کے بغیر کہ یہ کتاب مستند بھی ہے یا نہین، اسکی تاریخی صداقت کہان تک قابل قبول ہے اور اس کے مصنف نے کہان تک تحقیقات کے ساتھ سچے واقعات لکھنے کی کوشش کی ہے، اوس کے تمام رطب و یابس کو اپنے صفحات مین جگہ دیدیتے ہین اور رفتہ رفتہ یہی چیزین اصلی اور سچی تاریخ بن گئین، اگر ان مورخین نے تھوڑی دیر کے لیے فارسی ذرائع سے علیحدگی حاصل کر کے اس عہد کے عربی مورخین کی کتابون کے مطالعہ کی زحمت گوارا کر لی ہوتی تو وہ اس قسم کی عام غلطی کا شکار نہ ہوتے اور ہندوستان

کے یورپین مورخین لین پول، الفنسٹن، سمتھ وغیرہ کو جو علم آزاری مین ید طولی رکھتے ہین، ایک اور ہتھیار دستیاب نہ ہوتا، ہندوستان کے فارسی مورخین سے یہ بڑی غلطی ہوئی ہے کہ ہندوستان کی ابتدائی تاریخ، آغاز اسلام، فتوحاتِ عرب حملہ سندھ وغیرہ کے متعلق عرب مورخین، اہل جغرافیہ اور سیاحون کے نتائج سے مطلق فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہین کی، بلکہ سچ یہ ہے کہ محمود کے حملہ سے بیشتر "ہند و اسلام" کے متعلق ان کے معلومات کا خلاصہ چند سطرون سے زیادہ نہین، یہ مورخین سمجھتے تھے کہ ان کو تمام واقعات فارسی ہی مین جو عمومًا اس وقت کی تقریبًا مادری زبان تھی، ملجائین گے، اس لیے انھون نے ایک غیر زبان کی دگنی محنت کی تکلیف اٹھانے کا خیال بھی نہین کیا اور صرف فارسی پر قانع رہے جو اپنے افسانہ پسند طرز و مذاق اور مسموع حکایات کے لئے مشہور ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدیون پہلے کے واقعات کی اصلی صورت غائب ہو گئی اور نفس ایک واقعہ کی بنیاد پر حکایات کی عمارت تعمیر ہو گئی دوسرے اس عہد مین کوئی فارسی تاریخ لکھی ہی نہین گئی، فارسی تاریخین اس سے سینکڑون برس بعد کی چیزین ہین، تیسرے مورخینِ ہند نے جو کچھ لکھا وہ جائے وقوع سے بہت دور رہکر لکھا اور کبھی اس بات کی کوشش نہ کی کہ مقام واردات پر جاکر اصل حقیقت دریافت کرین، تاہم ایک طالب علم تاریخ کے سطح سے ہمارا فرض ہے کہ ہم دیکھین کہ اس افسانہ کی ابتدا کہان سے ہوئی اور کیا دوسرے قدیم تاریخی ذرائع اس کی تصدیق کرتے ہین؟

بہرحال سب سے پہلے جس کتاب مین اس واقعہ کا ذکر ہے وہ ایک فارسی کی تاریخ چچ نامہ ہے، تمام فارسی مورخون نے اسی سے اس قصہ کو لیا ہے، یہ کتاب جیسا کہ اس کے دیباچہ مین فارسی مترجم کا بیان ہے "اصل مین عربی مین تھی، لیکن وہ ہمارے سامنے اپنے اصلی رنگ یعنی "حجازی عربی" مین نہین بلکہ "ایرانی روپ" مین سلطان ناصر الدین قباچہ حاکم سندھ کے عہد مین آئی، مترجم کا بیان ہے کہ یہ کتاب سندھ کے ایک قدیم عربی خاندان کے ایک رکن کے پاس ملی، اور اس خاندان کے ایک

بزرگ کی تصنیف ہے، لیکن انھون نے جو نسب نامہ دیا ہے، اس کے مسلسل اشخاص کو لینے کے بعد اور ان مین سے ہر ایک کو تقریباً ۲۰ سال کا زمانہ جو تاریخی حیثیت سے بہت زیادہ ہے دینے کے بعد بھی ۲۰۰ یا ۲۲۰ سال ہوتے ہین، اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ کتاب خود عربی مین واقعۂ موت سے ۳۰۰ سو سال بعد لکھی گئی، دوسری طرف ہمکو عربی مورخون کے بیانات ملتے ہین جو دوسری تیسری اور چوتھی صدی مین، نہ صرف خود شاہی دربار مین موجود تھے، بلکہ تمام تاریخی مواد ان کے سامنے موجود تھا، نیز ان کے پاس ہر واقعہ کے متعلق مستند راویون کے بیانات بھی موجود تھے، پس ایسے حالات مین تاریخ کے ایک عام و مختار اصول کے مطابق ہمارے لئے سب سے زیادہ صحیح راستہ یہ ہے کہ ہم ان عربی مورخون کی طرف رجوع کرین اور دیکھین کہ اس کے متعلق وہ کہان تک معلومات مہیا کرسکتے ہین،

واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد حکومت کے آخری دنون مین یہ کوشش کی تھی کہ وہ اپنے بھائی سلیمان بن عبد الملک کے بجائے اپنے بیٹے عبد العزیز بن ولید کو جانشین بنائے، حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم نے جو اس عہد کے دو مشہور افسر تھے اسکی رائے سے اتفاق کرکے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی، اسی سلسلہ مین حجاج نے قاسم کو جو سندھ مین اسکا نائب تھا، لکھا، چنانچہ طبری کے جو ایک مستند پرانا مورخ ہے یہ الفاظ ہین:-

ان الولید بن عبد الملک اراد ان یجعل ابنه عبد العزیز بن الولید ولی عهده ودس فی ذالک الی القوّاد والشعراء ...... فبایعه علی خلع سلیمان الحجاج بن یوسف وقتیبه[1]

ولید بن عبد الملک نے چاہا کہ (اپنے بھائی سلیمان کے بجائے) اپنے بیٹے عبد العزیز بن ولید کو اپنا ولی عہد بنائے اور اس سازش کو فوجی افسرون اور شاعرون مین پھیلایا، تو حجاج بن یوسف اور قتیبہ نے سلیمان کی ولیعہدی سے معزولی پر ولید کی بیعت کی،

[1] طبری جلد ہشتم ص ۱۲۸۳-۴

قال عمر قال علی واخبرنا ابو عاصم الزیادی عن الهلوات الکلبی قال کنا بالهند مع محمد بن القاسم فقتل الله داهر وجاءنا کتاب من الحجاج ان اخلعوا سلیمان[1]

ہم کو ابو عاصم زیادی نے ہلوات کلبی سے نقل کرکے بتایا کہ ہم لوگ ہند مین محمد بن قاسم کے ساتھ تھے، تو خدا نے داہر کو قتل کیا، اور ہم لوگون کے پاس حجاج کی طرف سے خط آیا کہ سلیمان کو معزول کردو،

لیکن یہ تجویز ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ حجاج کا انتقال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی مہینون بعد خود ولید بن عبد الملک کو بھی حاکم حقیقی کے سامنے حاضر ہونا پڑا، اب سلیمان خلیفہ تھا اور اس نے ان تمام اشخاص کو جو اس تحریک کے حامی تھے قتل، معزول و گرفتار کرنا شروع کیا، قتیبہ بن مسلم نے اسی جرم کے پاداش مین جان دی، بلاذری لکھتا ہے:-

وکان قتیبه مستوحشًا من سلیمان بن عبد الملک وذالك لانه سعی ببیعة عبد العزیز بن الولید[2]

قتیبہ، سلیمان بن عبد الملک سے گھبرایا ہوا تھا، کیونکہ اس نے (سلیمان کے مقابلہ مین) عبد العزیز بن ولید کی بیعت کے لئے کوشش کی تھی،

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ حجاج نے محمد بن قاسم کو بھی اس کے لئے لکھا اور اوس نے یقیناً اپنے محسن و ظالم چچا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہوگا اور اسی دعوی کا یہ ثبوت ہے کہ جون ہی سلیمان تخت خلافت پر متمکن ہوا اس نے محمد بن قاسم کو معزول و قید کرکے بلا لیا اور یزید بن ابی کبشہ السکسکی کو اس کا جانشین بنایا،

ومات الولید بن عبد الملک وولی سلیمان بن عبد الملک فاستعمل صالح

ولید بن عبد الملک مرگیا اور سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے صالح بن عبد الرحمن کو

[1] طبری جلد ہشتم ص ۱۲۶۷-۵، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۲۵،

ابن عبد الرحمن علی خراج العراق و ولی یزید بن ابی کبشة السکسکی السند فحمل محمد بن القاسم مقیداً[1]

عراق کے خراج کا افسر مقرر کیا، اور یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو سند کا والی بنایا، تو محمد بن قاسم پابزنجیر بھیجا گیا،

راستہ مین عراق تھا، وہان صالح بن عبد الرحمن گورنر تھا، حجاج نے اوس کے بھائی آدم بن عبد الرحمن کو خارجی ہونے کے جرم مین قتل کروا دیا تھا، اس نے جوش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لیے محمد بن قاسم کو منتخب کیا کہ اس وقت حجاجیون کا ستارۂ اقبال ڈھل چکا تھا، طرح طرح کی تکلیفین دے دے کر اس بدقسمت سپہ سالار اور اس کے رفقاء کی زندگیون کو دردناک اختتام تک پہنچا دیا، اس سبب مورخین تمام عربی مورخ متفق الرائے ہین چنانچہ ہم ہر مستند مورخ کی چند سطر اس واقعہ کے متعلق نقل کرتے ہین،

نحبسہ صالح بواسط . . . . فعذبہ صالح فی رجال من آل ابی عقیل حتی قتلھم وکان الحجاج قتل آدم اخا صالح وکان یری رای الخوارج[2]

تو صالح نے اوسکو واسط مین قید کر دیا، . . . . . . اور آل ابی عقیل کے ساتھ اوسکو سخت عذاب دیا، یہان ان کو قتل کر ڈالا، اور حجاج نے صالح کے بھائی آدم کو خارجی ہونے کے جرم مین قتل کر ڈالا تھا،

وجعل (سلیمان) صالح بن عبد الرحمن علی الخراج وامرہ ان یقتل آل ابی عقیل ویبسط علیھم العذاب . . . . قدم صالح العراق علی الخراج . . . واخذ صالح آل ابی عقیل فکان یعذبھم

اور سلیمان نے صالح بن عبد الرحمن کو خراج وصول کرنے کے لیے مقرر کیا اور حکم دیا کہ وہ ابی عقیل کے خاندان کو قتل کر ڈالے اور ان کو سزا دے، . . . . صالح عراق آیا اور خاندان ابی عقیل کو گرفتار کرکے سزا دینی شروع کی، اور عبد الملک بن المہلب یہ کام

[1] تاریخ طبری جلد ۸ صفحہ ۱۲۸۲، [2] الکامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۴۷۵،

وکان یلی عذابھم عبد الملک بن المھلب[1]

انجام دیتا تھا،

وولی سلیمان بن عبد الملک فولی یزید بن ابی کبشة السکسکی السند، فاخذ محمداً وقیدہ وحملہ الی العراق . . . . فعذبہ صالح فی رجال من آل ابی عقیل حتی قتلھم وکان الحجاج قتل آدم اخا صالح وکان یری رای الخوارج[2]

سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے یزید بن ابی کبشہ السکسکی کو سند کا گورنر مقرر کیا، اس نے محمد کو گرفتار کرکے پابزنجیر عراق روانہ کر دیا اور صالح نے اسکو خاندان ابی عقیل کے ساتھ تکالیف پہنچانی شروع کی، حتی کہ اونکو قتل کر ڈالا، کیونکہ حجاج نے صالح کے بھائی آدم کو قتل کر دیا تھا اور وہ خارجی تھا،

ولی سلیمان بن عبد الملک فعزلہ وولی یزید بن ابی کبشة السکسکی علی السند مکانہ فقیدہ یزید وبعث بہ الی العراق فحبسہ صالح بن عبد الرحمن بواسط وعذبہ فی رجال من قرابة الحجاج حتی قتلھم وکان الحجاج قتل اخاہ آدم علی رای الخوارج[3]

سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے اس کو (محمد) کو معزول کرکے یزید بن ابی کبشہ السکسکی کو سند کا گورنر مقرر کیا، یزید نے اسے گرفتار کرکے عراق بھیجدیا، صالح بن عبد الرحمن نے اس کو حجاج کے دوسرے رشتہ دارون کے ساتھ واسط مین قید کرکے سخت سزا دیکر مار ڈالا، حجاج نے اوسکے بھائی آدم کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ خارجی تھا،

ہم کو امید ہے کہ مذکورہ بالا مستند حوالون کے بعد ناظرین کرام کو غریب محمد بن قاسم کی افسوسناک

[1] تاریخ طبری جلد ۸ صفحہ ۱۲۸۲-۳، [2] الکامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۴۶۵، [3] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۶۶،

موت کے حقیقی سبب کے تعیین مین کوئی دقت اور شک وشبہہ نہ ہوگا، پھر بھی چند فرعی باتین اگر لکھ دی جائین تو یہ مسئلہ اور واضح ہو جاتا ہے،

اس واقعہ پر تمام عربی و فارسی تاریخین متفق ہین کہ داہر کے قتل کے بعد اوسکی بیوی و بہن نے نہایت ہی بہادری سے عرصہ تک دار السلطنت کی مدافعت جاری رکھی، لیکن جب محاصرہ ناقابل برداشت ہوگیا تو اس کی بیوئی تمام عورتون اور رشتہ دارون کے ساتھ اپنے کو آگ کی نذر کر دیا اور تمام مرد ہاتھون مین تلوارلے کر نکل کھڑے ہوئے حتی کہ ان مین سے کوئی بھی نہ بچا، بلاذری ان خواتین ہند کی ستی ہونے کو یون بیان کرتا ہے،

فتح محمد بن القاسم الرور عنوة وکانت بہا امرأة لداھر، فخافت ان توخذ فاحرقت نفسہا وجواریہا ومالہا[1]

محمد بن قاسم نے رادر کو بلا جنگ فتح کرلیا، وہان داہر کی ایک بیوی تھی، وہ ڈری کہ کہین اوسکو گرفتار نہ کرلیا جائے اس لیے وہ خود اپنی لونڈیون اور مال کے ساتھ ستی ہوگئی،

اہلِ ہند اچھی طرح جانتے ہین کہ راجپوت خاندانون کا یہ "جوہر" ہندوستان کی تاریخون مین ہر جگہ نظر آتا ہے،

یہ عبارت صاف طور سے ظاہر کرتی ہے کہ داہر کی غیرتمند بیوی نے غلامی سے بچنے کیلئے نہ صرف اپنے کو جلا ڈالا، بلکہ اپنی تمام عزیز خواتین اور اپنے تمام ملکیت کو سپرد آتش کر دیا، پھر سمجھ مین نہین آتا کہ ایک ایسی خوددار خاتون اس کو کیسے جائز رکھ سکتی ہے کہ اپنی نوجوان بیٹیونکو مسلمانون کی غلامی کے لیے چھوڑ جائے علاوہ ازین اس جگہ کی عبارت کا یہ طرز ہے کہ اگر وہ اپنی لڑکیون کو کسی صورت سے بچانے کی کوشش بھی کرتی تو ضرور اس جگہ لکھ دیجاتی، اس کے سوا جہان پر مال غنیمت کا تاریخون مین ذکر ہے، وہان تو ان، ردیون، غلامون کے ذکر کے ساتھ کہین بھی اس کا ذکر نہین، حالانکہ سب سے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۰،

زیادہ قابل ذکر یہی چیز تھی، چنانچہ دوسری تاریخون مین جہان شاہی خاندان کی کوئی خاتون بھی گرفتار ہوئی ہے وہان اس کا مفصل بیان موجود ہے، یہ چیزین ہمارے دعوی کے بالواسطہ ثبوت ہین، آخیر مین ہم اگر یہ دکھانے کی کوشش کرین کہ محمد بن قاسم کا طرز حکومت از ابتدا تا انتہا اتنا خوشگوار رہا ہے کہ لوگون نے اس کی مفارقت مین نہ صرف اشک حسرت بہائے بلکہ اسکو ایک دیوتا بنا کر اپنے مندر مین جگہ دی اور اس کی پرستش کی ہے[1]، تو یقیناً یہ بات اس ثبوت مین مزید زور پیدا کریگی، مفتوح قوم اپنی تمام بے عزتی قبول کر سکتی ہے، لیکن وہ اپنی عورتون کی بے حرمتی کو گوارا نہین کر سکتی، ممکن ہے کہ تلوارونکی چمک زبانون کو گنگ کر دے لیکن وہ دلون پر جبر نہین کر سکتی اور اس مین کسی قابل نفرت انسان کے متعلق اس درجہ عقیدت جو عبودیت تک پہنچ جائے پیدا نہین ہو سکتی، اس سے محمد قاسم کی اس جرم سے برأت ظاہر ہوتی ہے،

انقلاب الامم

دنیا کی قومون مین ترقی وزوال، ارتقا وتنزل، کمال وانحطاط کے انقلابات کیونکر طاری ہوتے ہین، اور قومون کی تعمیر وتخریب مین ان کے مزاج عقلی و اخلاقی کو کہان تک دخل ہے ان سوالات کے جوابات دنیا کی تمام قومونکی تاریخون کو پیش نظر رکھکر پوری طرح دیا گیا ہے، آج جب آپ تنزل کے نشیب سے نکلنا، اور ترقی کے فراز تک پہنچنا چاہتے ہین اس فلسفہ کے سمجھنے کی آپکو سخت ضرورت ہے، فرانس کے مشہور اجتماعی مصنف موسیو لیبان (مصنف تمدن عرب) کی یہ تصنیف اور مولانا عبد السلام ندوی کی ملخص ہے، طبع دوم قیمت عہ،

"مینجر"

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۲،

دائرۃ المعارف اور مسلمان

از

جناب ,, ناظر ,, بھوپال ،

جناب ,, ناظر ,, نے بھوپال سے یہ مضمون بغرض اشاعت بھیجا ہے ، معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے زکی پاشا مصری کا مضمون "موسوعات العلوم" پیش نظر رکھا ہے ، یہ حقیقت قابل عبرت ہے کہ "علوم وفنون ومسائل" کا یہ طرز تالیف جسکو اب عام طور سے دائرۃ المعارف اس لیئے کہتے ہین کہ بستانی نے اپنی عربی انسائیکلوپیڈیا کا نام دائرۃ المعارف رکھدیا اور وہ چل گیا ، اسلام مین عثمانی ترک مصنفین نے اوسکو ترقی دی ، اور اس کارنامہ کی تکمیل مین خوشی کی بات ہے کہ مسلمانان ہند کا بھی حصہ ہے ، چنانچہ یہان مدینۃ العلوم ارنیقی (اس کا ایک عمدہ قلمی نسخہ ندوہ کے کتبخانہ مین ہے) اور طاشکبری زادہ کی مفتاح السعادہ کا ذکر ضروری ہے ، مفتاح السعادہ دو جلدون مین دائرۃ المعارف حیدرآباد مین چھپ چکی ہے ، ہندوستانی مصنف احمد تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون ، فارسی کی ضخیم انسائیکلوپیڈیا ہے ، جو مدت ہوئی کہ کلکتہ مین چھاپی گئی تھی اور اب نہین ملتی ، یہ کتاب ہر علم وفن کے اصطلاحات ومسائل کا بہترین قدیم مجموعہ ہے کاتب چلپی کی مشہور کتاب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون بھی بعض حیثیات سے اس فہرست مین داخل کی جاسکتی ہے ، چلپی نے مقدمہ مین لکھا ہے کہ مین نے اس مین **موضوعات العلوم** کی کتابون ، مفتاح السعادۃ ، رسالہ لطفی شہید ، فوائد خاقانیہ ، اور کتاب شیخ الاسلام الحفید ، سے تلخیص کی ہے ، موضوعات العلوم کے لفظ سے بعض لوگون نے یہ سمجھا ہے کہ دائرۃ المعارف کی قسم کی کتابون کے لیئے مسلمانون مین

"موضوعات العلوم" کا لفظ تھا ، اسی لفظ کو کسی غلط نسخہ مین زکی پاشا نے "موسوعات العلوم" پڑھا ، اور خوش ہوئے کہ انسائیکلوپیڈیا کے لیئے یہ قدیم لفظ موجود ہے جو معنی مین بھی انسائیکلوپیڈیا کے قریب ہے (یعنی علوم کا بھرا ہوا ظرف) مگر تحقیق نے انکا ساتھ نہ دیا آج کل شامی مجمع علمی مین اس کے لیئے معلمہ (بوزن وقیاس مقلمہ) کا لفظ ایک صاحب علم نے پیش کیا ہے ، مگر اس مین کتابیت کے بجائے ظرفیت کا مفہوم زیادہ ہے ، ہمارے خیال مین اس کیلیئے مُعلم کا لفظ ہوسکتا ہے ، تاکہ مسند ، معجم ، مرسل وغیرہ کی طرح ایک صنف کتب کا نام ہوجائے ، اور جمع کی صورت مین معالم (کتب انسائیکلوپیڈیا) ومعاجم (کتب لغات) وغیرہ استعمال ہوسکے ۔

"معارف"

عام طور پر دائرۃ المعارف کو موجودہ دور کا ایک اہم علمی کارنامہ سمجھا جاتا ہے چونکہ ہم نے اس کو یورپ کی وساطت سے دیکھا ہے اس لیے ہم مین سے اکثر ایسے ہین جو اس کو بالکل یورپ کے دماغ کا نتیجہ سمجھتے ہین ، لیکن تاریخی حیثیت سے یہ خیال محض بے بنیاد ہے ، تحقیق کا دعویٰ ہے کہ یورپ نے اس چیز کو مسلمانون سے لیا ہے اور علمی دنیا کے اس اہم کارنامہ کو ان ہی کے دماغ نے پیدا کیا تھا ۔

بحث کے اس حصہ پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ اسکی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے بعض علما ، اس بحث کی تاریخ چھ سو برس قبل مسیح سے شروع کرتے ہین ، ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے چین مین دائرۃ المعارف نے جنم لیا ، جو ڈھائی سو ضخیم جلدون مین چینی علوم کا نچوڑ تھا ، لیکن یہ ان کی زیادتی ہے ، دائرۃ المعارف کے معنی ومفہوم کے لحاظ سے یہ تحقیق ظن وقیاس سے زیادہ وزن نہین رکھتی ، جس کتاب کو وہ دائرۃ المعارف کے عظیم الشان نام سے تعبیر کرتے ہین ، وہ اس کے درجہ سے بہت گری ہوئی ہے ، درحقیقت یہ کتاب چینی علوم کی جامع نہین ہے ، لیکن شاید ڈھائی سو جلدون کی قطار قارئین کرام مین سے بعض کو مرعوب کرنے کا کام کرے ، مگر یہ طویل ضخامت

"دُرباطن ہیچ" سے زیادہ نہین ہے، جو ہماری زبان اور رسم الخط کی پندرہ بیس جلدون مین سما سکتی ہے، چینی زبان کی ابجد طویل ہونے کے ساتھ تصاویر کی محتاج ہوتی ہے، جسکی وجہ سے پانچ چھ صفحے کا مسالہ سوسوا سو صفحون مین پھیل جاتا ہے، چینی زبان کی یہ مشہور تعریف ہے کہ اس کے اسمار کبھی کبھی سطرون مین آتے ہین،

لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ دنیا کی سب سے پہلی دائرۃ المعارف ہے، تب بھی علمی دنیا مین اسکا عدم و وجود یکسان ہے، جن جن زمینون پر علوم و فنون کی سلطنتین قائم ہوئین، ان سب سے کسی ایک کی ذہنیت کو بھی چین کے علوم سے کبھی کوئی واسطہ ہی نہین رہا ہے، ممکن ہے یورپ نے چین سے کچھ لیا ہو، مگر یہ بات بدعویٰ کہی جا سکتی ہے کہ اسلام کی ذہنیت سے اس کو کبھی کوئی تعلق نہین رہا، بنا برین چین مین چھ سو برس قبل مسیح اس کی تصنیف اس دعویٰ پر کوئی اثر نہین کر سکتی،

دوسری ترقی یافتہ قومون مین بابلی، اشوری، نینوی، معینی، سبائی اور حمیری تمدن، تحریر و تصنیف کے مشاغل سے گران بار نہ تھے، مصر و ایران اور ہندوستان[1] نے ان کے مقابلہ مین گو اس طرف بہت زیادہ توجہ کی، ان کے آگے کاغذ اور ہاتھ مین قلم اکثر نظر آتا ہے، لیکن ان کے علمی سرمایہ مین قصہ و افسانہ، تاریخ و عقائد اور مذہبی صحائف کے سوا کوئی بلند پایہ علمی یادگار نہین ہے، اس لیے ان قومون کی تاریخ مین کسی ایسی کتاب کو تلاش کرنا ہی بے سود ہے جس مین تمام اصنافِ علوم پر بحث کیگئی ہو، لیکن سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ یونان کے تمدن نے بھی اس قسم کا کوئی نقش نہین چھوڑا، یہان تک کہ اس کے شاگرد روم نے بھی اپنے روشن اور تابناک عہد مین اس طرف سے غفلت برتی،

جستجو کی آنکھین دو ہزار برس کی علمی پیمائش کر کے اب پہلی صدی عیسوی کے وسطی دور تک پہنچ گئی ہین، یہان انھین ایک ہلکا سا نقش نظر آتا ہے، یہ روم کا زمانۂ دوم ہے، اور یہ ہلکا سا نقش

[1] معارف: کیا ہندوستان کے متعلق یہ کہنا مبالغہ سے خالی ہے؟

"ہسٹر ویا نیچرس" نام ایک کتاب ہے، جو اب "بلینی انسائیکلوپیڈیا" کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب ابتدا مین تو بہت مختصر تھی، مگر بعد مین بہت بڑھ گئی، سو علمار کی متفقہ کوششون نے اسکی ترتیب و تدوین اپنے ہاتھ مین لی، اس مین دو ہزار کتابون کے اقتباسات، اور چار سو چونسٹھ مصنفین کے حوالے تھے، لیکن ناانصافی ہو گی اگر یہ کہا جائے کہ ہسٹر ویا نیچرس انسائیکلوپیڈیا کے معیار پر پوری اترتی ہے، کیونکہ اسکی حیثیت ایک جامع لغت کی سی ہے، ورنہ پھر "ویبسٹر" اور "اسٹینڈرڈ ڈکشنری" کو بھی انسائیکلوپیڈیا کہنا پڑیگا، زیادہ بہتر ہو گا کہ اسے انسائیکلوپیڈیا کے نام سے یاد کرنے کے بجائے "معارف اللغۃ" کے نام سے پکارا جائے،

بہرحال علوم و فنون کے قدیم ذخیرہ کی فہرست مین یہی دو کتابین ہین جنھین دائرۃ المعارف کے نام سے یاد کیا گیا ہے، ان کے علاوہ اور کوئی تیسری کتاب نہین ہے، لہٰذا یہ کہنا کسی طرح غلط نہین ہے کہ قدیم زمانہ مین ایسی کوئی کتاب ہی نہ تھی جسے صحیح معنون مین انتہائی کتاب کہا جا سکے، پس اسکی تاریخ زمانہ قبل مسیح سے شروع کرنے کے بجائے مسیح سے ایک ہزار برس بعد شروع کرنی چاہئے، اور حقیقۃً یہی اسکے وجود کا فطری زمانہ ہے،

یہان اس فطری زمانہ کے اجمال کی تفصیل غالباً ناگزیر ہے، عام طور پر دائرۃ المعارف کا مفہوم سمجھنے مین غلطی کیجاتی ہے، بعض اسے استفادی کتاب سمجھتے ہین، اور بعض کے خیال مین اس کا شانِ نزول تعلیمی ہے، حالانکہ یہ دونون محض طفلانہ خیال ہین، یہ نہ تو علوم کی تعلیم دینے والی کتاب ہوتی ہے، نہ ابتدائی مطالعہ کا سلسلۂ رسائل، اور اس لیے حیات علمی کے آغاز کے ساتھ ہی اسکی ہیئت [illegible] و تصنیف ضروری نہین ہے، بلکہ بقول چیمبر اسکی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب علوم و فنون اتنی ترقی کر جاتے ہین کہ اہل علم کیلئے ان پر نظر کرنا دشوار ہو جاتا ہے، یہ علومِ مروجہ کا ایک مختصر اور ضروری خلاصہ ہوتا ہے، جو استدراک اور حوالے کا کام دیتا ہے، معمولی قابلیت کے آدمی ہے

سمجھ بھی نہین سکتے، اس سے استفادہ کیلئے بنیادی مطالعہ بہت گہرا اور وسیع ہونا چاہئے، اس لیے علوم کی نوزائیدگی کے زمانہ مین ایسی کتابون کی تلاش چھلنی مین پانی بھرنے سے زیادہ عقلمندانہ فعل نہین ہے، اس قسم کی کتابون کا وجود اس زمانہ مین وقت کی فطرت کے خلاف تھا،

یورپ پرست دماغ شاید اسے تعصب اور جانب داری کا نمود سمجھین، لیکن اہل نظر اس کو بے لاگ تحقیق کا نتیجہ مانین گے کہ اس قسم کی کتابون کی تحریر کا خاص زمانہ تیسری چوتھی صدی ہجری کا زمانہ تھا، اس زمانہ کے علمی جغرافیہ کو دیکھئے" پیروان اسلام کی علم پرستی کے جوش نے یونان، فارس، مصر، کلدان، انباط، سیریا، نینوی اور ہندوستان کی طنابین کھینچ کر بغداد، نیشاپور، حلب، اصفہان، طلیطلہ اور قرطبہ سے ملادی تھین، یونان سے ہندسہ، طب، موسیقی، جبر و مقابلہ، فلسفہ، ہیئت، منطق، جغرافیہ، ادب، تاریخ، فلاحت اور قیافہ کی، فارس سے آداب، حکم، سیر، طب اور تاریخ کی، کلدان، دسیریا، اور نینوی سے نجوم، سیر، خواب، شعبدات، جادو، اکسیر، حاضرات، فال، قیافہ اور طلسمات کی، نبطی سے سحر، طلسم، زراعت، فلاحت اور تنجیم کی، مصر سے تشریح، کیمیا، عقاید، ہیئت اور صناعت کی سیکڑون کتابین ترجمہ ہو چکی تھین، اور مذاق علمی اتنا عام ہو گیا تھا کہ قلمرو اسلام کے گوشہ گوشہ مین تصنیف و تالیف کے کام جاری تھے، ہزارون کتابین تصنیف ہو چکی تھین اور یہ علمی سرمایہ اتنا بڑھتا جاتا تھا کہ اہل علم مین ان کا احاطہ روز بروز دشوار سے دشوار تر ہو رہا تھا، ان وجوہ سے جامع العلوم علماء کو احصائی کتابون کی تصنیف و تدوین کی طرف توجہ ہوئی، اور ایسی کتابین لکھی جانی شروع ہو گئین، ضرورت وقت کی اس پکار کو سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری کے مشہور فاضل محمد الفارابی نے لبیک کہی، اس کی عملی صورت کا نام "احصاء العلوم" ہے یہ علوم عقلی و نقلی کی ایک جامع دائرۃ المعارف تھی، جس مین مصنف نے تمام علوم کا بہترین خلاصہ جمع کر دیا تھا، محمد کا علم و تبحر مسلم ہے، وہ منطق، فلسفہ، ریاضی اور موسیقی کا یگانۂ روزگار فاضل، طب کا جید عالم اور مذہبیات مین ائمہ کا ہم پایہ تھا

مسلمان اسے معلم ثانی کہتے ہین، اور یورپ اسے "اسلام کے ارسطو" کے نام سے پکارتا ہے، مصر کے مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان نے جسکا تعصب کوئی چھپی بات نہین ہے، اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ:

ایسی جامع کتاب اس سے پہلے کبھی نہین لکھی گئی، یورپ احصائی کتابون کو اپنے دماغ کی پیداوار بتاتا ہے، لیکن یہ اس کے دماغ کی پیدا کردہ چیز نہین، اسلام کی دماغی پیداوار ہے، اور محمد الفارابی اس سے ایکہزار برس پہلے اس قابل فخر چیز کو پیدا کر چکا ہے" یہ کتاب اسپین کی اسکوریال لائبریری مین اب تک موجود ہے،

اس تصنیف کو زیادہ زمانہ نہین گذرا تھا کہ اسلامی دماغ نے علوم و فنون کا ایک اور عظیم الشان ذخیرہ پیدا کر دیا جس کے احاطہ مین ایک اور احصاء العلوم کی ضرورت ہوئی، چنانچہ "مفاتیح العلوم" نام ایک کتاب لکھی گئی جو ۲۰ حصون مین تمام علوم عقلی و نقلی کا ایک بہترین خلاصہ تھا، اس کتاب کو الفارابی کی "احصاء العلوم" کا دوسرا اڈیشن سمجھنا چاہئے" مفاتیح العلوم" کے مصنف کا نام محمد بن احمد الخوارزمی ہے، پچاس برس بعد اس کا ایک تیسرا اڈیشن شایع ہوا، جس مین تاریخ، فراست اور علوم خطیبہ پر کئی مستقل مضامین کا اضافہ کیا گیا، "مفاتیح العلوم" لیڈن مین چھپ چکی ہے، دوسری کتاب غالباً ضائع ہو گئی۔

اب مسلمانون مین اس قسم کی کتابون کی تصنیف کا عام رواج ہو گیا تھا۔ کوئی حروف تہجی کی ترتیب پر لکھتا تھا اور کوئی تقسیم علوم کے اصول پر، سولھوین صدی کے آخر مین بین کوک نے اس دوسرے طرز پر ایک دائرۃ المعارف ترتیب دینی چاہی، لیکن وہ بے پایان دفتر تیار کرنے کے بعد بھی اس مقصد مین کامیاب نہ ہو سکا، اس نے عربی انگریزی مین تقسیم علوم کے اس اساسی فرق کو فراموش کر دیا تھا جو ان دونون زبانون کا مایۂ طینت ہین، بین کوک۔ کو اس اصول پر تدوین کا اس لیے خیال ہوا تھا کہ عربی مین یہ طرز بہت کامیاب ہو چکا تھا، اور آخر آخر مین قریب قریب

تمام مصنفین نے کتابون کے لیے یہی اصول اختیار کر لیا تھا،

اس اصول کے مقبول ہونے کی وجہ یہ بھی کہ مسلمانون مین اختصاصیت کا عام رجحان تھا، وہ خاص طور پر کسی ایک فن کو جس سے انکی ذہنیت کو مناسبت ہوتی، اختیار کر لیتے تھے، اور پوری طرح اس کی تحصیل وتکمیل کرتے تھے، اسی کے ساتھ معلوماتِ عامہ پر بھی ان کی وسیع نظر ہوتی تھی، ہر علم وفن کے مبادی ومختصرات پر عبور حاصل کرنا ان کے نصابِ درس کا ایک ضروری درس ہوتا تھا، درسِ نظامی اس جامع العلوم نصاب کی ایک بگڑی یادگار ہے، یہ اختصاصی علمار اگرچہ جامع الفنون ہوتے تھے لیکن اپنے خاص فن کے سوا کسی اور مضمون پر قلم نہین اٹھاتے تھے، ایسا کرنا ان کے ضابطۂ تعزیرات مین سنگین جرم تھا، چنانچہ ان مین سے بعض علمار نے اپنے مخصوص مضامین پر ایسی کتابین لکھین جنھین بے تکلف احصائی کتابون کے ذیل مین رکھا جا سکتا ہے، ایک خاص حیثیت سے ادب مین عقد الفرید، کشکول، طبقاب الادبار، طبقات النحاۃ، البیان، المستطرف الاغانی، طبقات الشعرا، کتاب العمدہ، مذہبیات مین، طبقات الحفاظ، طبقات المحدثین، طبقات المفسرین، طبقات القرا، طبقات الصحابہ، اخبار قضاۃ، طبقات الفقہار، طبقات المتکلمین، طب اور تراجم مین، عیون الانبار، فوات الوفیات، وفیات الاعیان، فلسفہ مین طبقات الحکمار، اخبار الحکمار، رضوان الحکمہ، نوادر الفلاسفہ، مختار الحکم، مجموعۂ رسائل اور رسائل اخوان الصفا اسی پوت کے مختلف رنگ کے موتی ہین، ان مین سے آخر الذکر دونون کتابون کا درجہ بہت بلند ہے، مجموعۂ رسائل، امام غزالی، فخر رازی، سید شریف، ابن سینا، بہار الدین عاملی، ابن تیمیہ، ابن تومرت، سعد الدین حموی، اور شہاب الدین جرجانی کے اہم رسالون کا مجموعہ ہے، جس مین مختلف فلسفی مباحث پر گفتگو کیگئی ہے، دوسری کتاب رسائل اخوان الصفا اس زمانہ کے منتہی فلسفہ کا عطر اور فلسفی مباحث پر آخری حرف تھا، انجمن اخوان الصفا ایک خالص فلسفی انجمن تھی، اس مین ہمیشہ فلسفی

مسائل پر بحثین رہا کرتی تھین، ہر جلسہ مین اہم مسائل پر مضامین پڑھے جاتے تھے، انجمن کے اکابر ارکان زید بن رفاعہ، ابن ہارون، معشر، اور عوفی تھے، یہ رسالے ان ہی کے نتائج تحقیق ہین، زمانہ حال کے ایک فاضل مستشرق نے ان اکابر کی نسبت لکھا ہے کہ اگر یہ لوگ اس بیسوین صدی مین بھی ہوتے تو ہم انکی ویسی ہی عزت کرنے پر مجبور تھے جیسی عزت اس زمانہ کے بلند پایہ فلاسفہ کی کرتے ہین، یہ رسالے ریاضی، طبقات الارض، کیمیا، طبیعیات، الٰہیات، عضویات، ادب، علم الاخلاق اور جویات پر تھے، گذشتہ صدی کے نصف آخر کے فلسفی مورخ نے ان رسائل کو اس زمانہ کے علوم عقلی کی دائرۃ المعارف تسلیم کرنے پر بہت زور دیا ہے،

اسی طرح علومِ ہند پر علامہ ابو ریحان بیرونی کی کتاب الہند بھی دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے، اس مین اسی عنوانات کے ماتحت ہندوؤن کے تمام علوم کا جامع خلاصہ ہے، اس پایہ کی کتاب خود ہندوؤن نے بھی اپنے علوم پر نہین لکھی، جرمن پروفیسر سخاؤ نے اسے ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے،

کوئی غلطی نہ ہوگی اگر اس سلسلہ مین الفہرس اور کشف الظنون کو بھی داخل کر لیا جائے کیونکہ یہ دونون کتابین محض فہرستین ہی نہین ہین بلکہ علوم اسلامی کی تاریخین ہین،

لیکن مسلمانون کے کوکبۂ فضل کی یہ آخری منزل نہین ہے، اب وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے، اور اپنے علوم وفنون کو ایک جامع صورت مین پیش کرتا ہے، یہ دائرۃ المعارف ترتیب مضامین اسلوب بیان، وسعت بحث ونظر غرض کسی بات مین عہد جدید کی انسائیکلوپیڈیا سے کم درجہ کی نہین ہے، پوری کتاب بڑی تقطیع کی ۳۳ جلدون مین ختم ہوئی ہے، مصنف کا نام ابو العباس احمد بن عبد الوہاب نویری المصری ہے، اور کتاب کا نام نہایت الادب فی فنون الارب ہے، یہ کتاب ۱۹۱۲ء تک قسطنطنیہ کے ایک شاہی کتبخانہ مین محفوظ تھی، احمد زکی بک وہان گئے تو اپنے ساتھ

لیتے آئے، ان کی تحریک پر مصری گورنمنٹ نے اسکی اشاعت مین تیس ہزار فرانک کی منظوری دی لیکن یہ منظوری صرف کاغذی تھی، دینے کا وقت آیا تو اس بنا پر انکار کردیا گیا کہ کتاب پرانی ہے، شایع کرنے کی ضرورت نہین، لیکن زکی بک کو اس کی لو لگی ہوئی تھی، اسی زمانہ مین اورینٹیل کانفرس کا پندرہوان سالانہ اجتماع یونان مین ہونے والا تھا، وہ اس مین شریک ہوئے، ان کی تقریر کا موضوع "مسلمانون کے علمی کارنامے" تھا، اس پر انھون نے ایک محققانہ تقریر کی، نویری کی دائرہ المعارف کا بھی ذکر کیا، اور جامع احصائی کتابون کی تصنیف کا عظیم الشان فخر یورپ سے چھین کر مسلمانون کو دیدیا، زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی ہر طرف سے مانگ ہونے لگی، فاضل موصوف نے کانفرنس کے سامنے اس عظیم الشان کارنامے کو پیش کردیا، کانفرنس کی روح کتاب کو پڑھکر مصنف کی وسعت نظر، اسلوب ادا، تحقیق وکاوش، جمع و ترتیب پر حیران رہگئی، کانفرنس نے اسکی اشاعت کا فرض اپنے ذمہ لیا، اور لے یَن برگ مین طبع و اشاعت کا سرو سامان کیا گیا، لیکن ابھی اسکی صحت کا کام بھی ختم نہین ہوا تھا کہ یورپ مین لڑائی کی آگ لگ گئی، اور یہ کام بند ہوگیا، دو تین مہینہ ہوئے کہ سننے مین آیا تھا کہ مستشرقین کو اسکی طرف توجہ ہوئی ہے، اور غالباً اب پھر اسکی صحت و ترتیب کا کام شروع کیا گیا ہوگا، اُمید ہے کہ علوم اسلامی کا یہ نادر و عظیم الشان ذخیرہ دس بارہ برس مین بازار مین آجائے گا،[1]

لیکن کانفرنس کی اس روداد سے دھوکہ مین نہین آنا چاہیے، بہت مدت ہوئی کہ یورپ اس کتاب کو دیکھ چکا ہے، اٹلی اور فرانس مین اسکی جلدین برسون زیر مطالعہ رہی ہین، مشہور جرمن عالم ہمبولٹ نے اپنی کتاب مین دانستہ انجان بنکر اس کا ذکر کیا ہے،

جب مسلمان اپنا دورِ اقبال ختم کرچکے، اور ایک عرصہ دراز کی شاگردی کے بعد یورپ اس قابل ہوا کہ کچھ لکھ پڑھ سکے، تو تیرھوین صدی مین دنسنٹ نے سیوطی کی ستینی (؟) کے طرز پر ایک کتاب لکھی جس مین

[1] معارف:- یہ کتاب خود مصر مین چھپنی شروع ہوگئی ہے اور اسکی چند جلدین شایع ہوگئی ہین،

طبیعیات، تاریخ اور دینیات پر اپنی معلومات جمع کیا تھا، اس کے تین سو برس بعد ۱۶۲۰ء مین اسٹنڈ نے ایک جامع کتاب تصنیف کی جسے موجودہ طرز کی دوائر کی بنیاد کہا جاتا ہے، لیکن یہ بھی چلپی آفندی کی دروس الموسوعات[1] کا چربہ تھا، سترھوین صدی مین ایک اور انسائیکلوپیڈیا فرہنگ علوم (لک سی گن ٹک نی کم) کے نام سے مرتب کیگئی، اور یہ جرجانی کی کتاب التعریفات کا نقش ثانی تھی، اسکے اٹھارہ برس بعد چیمبر نے دو جلدون مین ایک انسائیکلوپیڈیا تصنیف کی، مگر یہ بھی ایک ترکی دائرۃ المعارف کو سامنے رکھ کر لکھی گئی تھی حقیقت حال یہ ہے کہ یہ تینون چارون کتابین اسی درجہ کی دوائر معارف ہین جس درجہ کی عقد الفرید، الاغانی اور شہرزوری کی اخبار الحکما ہین، صحیح معنون مین سب سے پہلی دائرۃ المعارف ۱۷۵۱ء مین لکھی جانی شروع ہوئی، فرانس کے مشہور فلسفی اہل قلم دیدرو نے اسکی تحریک کی، وہی اس کا چیف اڈیٹر تھا، ۱۷۷۲ء مین ۲۸ جلدون پر یہ کتاب ختم ہوئی، ماہرین کا بیان ہے کہ اس پہلے اڈیشن کو دیکھنے سے پہلی بات جو ذہن مین متبادر ہوتی یہ ہے کہ اس کے مصنفین مسلمانون کے علوم سے بہت متاثر ہین، اسی زمانہ مین انگلستان کو اس کا خیال آیا، چنانچہ ۱۷۷۱ء مین انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا تین جلدون مین مرتب ہوکر شایع ہوئی، اور یہ موجودہ انسائیکلوپیڈیا کا پہلا بنیادی پتھر ہے، ان جلدون کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مصنفین تعصب مین ڈوبے ہوئے ہونے کے باوجود عربی علوم سے مرعوب ہین، اس کے بعد یہ اثر بکوشش کم ہوتا نظر آتا ہے، یہان تک کہ ۱۸۹۸ء کے دسوین اڈیشن مین یہ مرعوبیت بالکل ختم ہوجاتی ہے،

کیا ان شواہد کے بعد بھی یہ صحیح نہین ہے کہ یورپ جس علمی نقطۂ نظر پر ۱۸۹۸ء مین پہنچا ہے، اسلام کے اصحاب فکر و تصنیف صدیون پہلے اس نقطہ پر پہنچ چکے تھے،

[1] معارف:- شاید صحیح دروس الموضوعات ہو،

بحرابیضِ متوسط اور ممالک اٹلی کی اسلامی فتوحات

(نوین صدی سے گیارہوین صدی تک)

(۳)

از مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی رفیق دارالمصنفین

عربونکی شکست وپسپائی

یہان تک تو فتوحات کی داستان تھی، اب شکست کا افسانہ بھی سنئیے، اسلام کی تاریخِ زوال کا ہر صفحہ اسکی شہادت دیتا ہے کہ غیرون سے پہلے خود مسلمانون نے مسلمانون کو تباہ وبرباد کیا ہے، چنانچہ یہان بھی یہی ہوا، سنہ ۲۶۶ھ سے سنہ ۲۹۰ھ تک اغلبی خاندان مین ابو اسحاق مالک تخت وتاج رہا، ابو اسحاق سخت گیر وتندمزاج تھا اس لیے رعایا اس سے در پردہ نفرت کرتی تھی، یہ حالت دیکھکر علویون نے اپنی دعوتِ حکومت کی تبلیغ شروع کی، مسلمان مذہب پرست ہین، اس لیے ہر چیز جس پر مذہبی رنگ وروغن پڑھا دیا جائے ان کے لیے دلفریب ودلآویز ہوجاتی ہے، علویون نے مذہب کی زبان مین اپنی دعوت پھیلانا شروع کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد بکثرت لوگ انکے پیرو ہوگیے، یہانتک کہ ابو اسحاق اغلبی کے جانشین بھائی ابوالنصر زیادۃ اللہ اغلبی کے عہد حکومت مین افریقیہ نے اس کے خلاف بغاوت کی جس کی وجہ سے اسکو تخت وتاج چھوڑ کر مصر بھاگنا پڑا اور اس طرح افریقیہ کی زبردست اغلبی حکومت کا خاتمہ ہوگیا، مرکزِ قوت کے اس تزلزل نے اطراف وحوالی کی قوتون کو خود بخود کمزور کردیا، اور اس طرح جزائر بحر متوسط ابیض اور اٹلی کی عرب جمعیتون مین انتشار پیدا ہوگیا،

ان اطرافِ ملک مین عربونکی شکست کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ یہان عربون کی حملہ آور جماعتین باہم مربوط ومنتظم نہ تھین، نہ تو ان مین باہم کوئی علاقہ واصول معاونت تھا اور نہ یہ سب کی سب کسی مرکزی طاقت کے تحت مین کام کرتی تھین، اس لیے غلبہ وفتح کی حالت مین صرف اس خاص جماعت کے لوگ مال غنیمت سے متمتع ہوتے تھے اور اسی طرح شکست کی حالت مین کوئی ان کا جانشین اور ان کے بعد ان کا انتقام لینے والا گروہ نہ ہوتا تھا، اسی وجہ سے جب تک انکے حریف انکا مقابلہ نہ کرسکے تو وہ جماعتین اپنی فتوحات وغلبہ سے متمتع اور زندہ رہین، لیکن جونہی حریفون نے کامیاب مقابلہ شروع کیا اور یہ عرب جماعتین کمزور پڑین تو اس طرح فنا ہوگئین کہ ان کے واقعات فتح وشکست کا علم بھی بہت کم لوگون کو ہوسکا، نیز یہی وجہ ہے کہ خود فاتحون کی تاریخ ایسے واقعات سے خالی ہے اور آج ہمارے علم کا واحد ذریعہ مفتوحون کی تاریخ ہے،

غرض ان اطراف کی عرب جماعتون مین اصلی کمزوری تو مرکزِ قوت، حکومتِ اغلبیہ کے زوال سے آئی، لیکن اسی سلسلہ مین بحر ابیض کے سب سے بڑے جزیرہ سسلی مین ایک مستقل اور آزاد عربی حکومت وجود پذیر ہوئی، اندرون اٹلی کے مفتوحہ علاقون مین سے بعض علاقے براہ راست اسی حکومتِ سسلیہ کے زیر اقتدار آگیے مثلاً کالابریا اور امبولا نے اپنے اوپر امیر سسلی کی سیادۃ قبول کرلی اور اس طرح جزیرہ سسلی اپنے اور دوسرے مضافات ومتعلقات کے ساتھ کچھ اوپر دوسو برس تک عربون کے قبضہ تصرف مین رہا اور اس طویل مدت کا کچھ زمانہ حکومت اغلبیہ اور کچھ مصر کی فاطمی حکومت کے زیر اقتدار اور کبھی کبھی استقلال وآزادی مین بھی گذرا، آخر آخر مین یہان متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم ہوگئین ایسا ہونا گویا اس کے زوال کی تمہید تھا اور زوال کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ یہ چھوٹے چھوٹے امرا باہم جنگ وجدال مین مصروف ہوگیے،

اس عہد مین جزیرہ سسلی کی آبادی متعدد قومون پر مشتمل تھی، اس مین سسلی کے اصلی قدیم باشندے،

یونانی، لومبادری، یہودی، ایرانی، زنگی، بربر اور عرب تھے، اس مین کے دو شہر دار الحکومہ پالرمہ اور مسینا خصوصیت کے ساتھ متفرق اور متعدد قومونکا مادی و ملجا تھے، عرب اگرچہ حکمران تھے لیکن اُنکی طاقت اس جزیرہ مین متعدد عربی حکومتون کے وجود پذیر ہوجانیکی وجہ سے منقسم ہوگئی تھی، اس انقسام و تجزی پر طرہ یہ کہ ان مین اندلس کی طرح مشرقی عرب و مغربی عرب، نیز عرب و بربر کا سوال پیدا ہوگیا تھا، ان حالات نے مسیحی جماعتون کے لیئے مکر و غدر کا جال بچھانے کا موقع پیدا کردیا، لیکن اس آتش زیر خاکستر کو جس دامن سے ہوا ملی وہ نارمن قوم کا دامن تھا،

نارمن قوم ایک قوی بازو اور جنگجو قوم تھی، نوین صدی عیسوی مین یہ قوم اسکینڈنیویا سے اٹھی اور فرانس پر چھاگئی اور وہ فرانس اور فرانس کے قرب و جوار کے علاقون پر قابض و حکمران ہوگئی، گیارہوین صدی عیسوی مین اٹلی کی کمزوری اور اوسکی سرسبزی و شادابی نے اوسکی حریص نگاہونکو اپنی طرف کھینچ لیا، اٹلی مین نارمن قوم ٹھیک اسی طرح داخل اور اس کے بعد اس پر قابض ہوئی جس طرح ترک عباسی عہد خلافت مین بغداد مین داخل اور اس کے بعد اس پر قابض ہوگئے، یعنی یہ کہ پہلے نارمن قوم وہان کی فوجی سلسلہ خدمات مین داخل ہوئی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ اس نے وہان کی حکومت پر قبضہ کرلیا، عربون کے ساتھ پنجہ آزمائی مین مردمی دست و بازو بیکار ہوچکے تھے اس لیے جب یہ نئی طاقتور قوم آئی تو اُنھون نے عربون سے مقابلہ کے لیئے اس سے مدد چاہی، لیکن اس نئی قوم نے عربونکو شکست دینے سے پہلے خود اٹلی کی عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی،

سلی مین عربون کے انقسام و اختلاف کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اس لیے مطابق سنہ ۱۰۶۰ء مین سرکوسہ پر ابن ثمنہ اور کستر و جیوفانی پر ابن حواشی حکمران تھا، ان دونون عرب امیرون مین جنگ ہوئی ابن حواشی غالب آیا اور اس نے ابن ثمنہ کے علاقہ سراکوسہ کو اپنی حکومت مین ملا لیا، اس شکست کے بعد ابن ثمنہ اٹلی مین کاونٹ روجر نورمانی کے پاس چلا گیا اور اپنی حکومت کے واپس لینے کے لیئے اس سے مدد چاہی،

ٹھیک اسی زمانہ مین مسینا (یہ سسلی کا وہ حصّہ ہے جو اٹلی سے بہت زیادہ قریب ہے) کے لوگ عربون کے پنجے سے چھوٹنے کے لیے نورمانی امداد و اعانت کے طالب ہوکر کاونٹ روجر سے مخفی گفت و شنید کررہے تھے، ان حالات نے کاونٹ روجر نورمانی کو ہمت دلائی اور وہ ۱۰۶۱ء مطابق ۴۵۲ھ مین مختصر سی فوج لیکر شب کی تاریکی مین ابنائے مسینا سے آگے بڑھا، خود سسلی کے عیسائی اس کے رہنما تھے، مسینا مین اس فوج کے داخل ہوتے ہی وہان کی عیسائی آبادی اسکی رہنما اور مددگار بنگئی، عربون نے مدافعت و محافظت کی کوشش کی لیکن جب ملکی جماعتون نے ان سے خیانت کی، اور انکی کمزوریون سے ان کے دشمنون کو آگاہ کردیا تو انکی تمام تدبیرین بیکار ثابت ہوئین،

اس طرح مسینا مین گھس آنے کے بعد نورمانی آگے بڑھے اور ان مین اور مسلمانون مین کستر و جیوفانی کے قریب سخت جنگ ہوئی جس مین نورمانی غالب آئے اور اس غلبہ کے بعد وہ برابر فتح پر فتح حاصل کرتے رہے یہانتک کہ سنہ ۱۰۷۱ء مین عربون کے مرکزی دار الحکومتہ پالرمہ کو گھیر لیا، پالرمہ کے اس محاصرہ مین یورپ کی تمام فوجون نے نورمانی محصرین کی امداد کی، ان تمام متفقہ طاقتون بلکہ پورے یورپ کے مقابلہ مین عربون نے اپنی معجزانہ شجاعت و بہادری کا ثبوت دیا وہ مسلسل پانچ مہینہ تک ناقابل شکست تھے یہانتک کہ خود انکی فوج کے بعض مقہور عیسائیون نے خیانت کی اور انھون نے محاصر فوج کو قلعہ کے کمزور حصّہ کی خبر دیدی، نصرانی فوج اسی کمزور حصّہ پر ٹوٹ پڑی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قلعہ مین داخل ہوگئی اور عربون نے شکست کھائی، پالرمہ کی فتح کے بعد جزیرہ کے بقیہ حصّون کو فتح کرنے مین نورمانی فوج کو کچھ بہت زیادہ مقابلون سے دوچار ہونا نہ پڑا کستر و جیوفانی کے حاکم نے بغیر جنگ و جدل اپنے آپ کو فاتح فوج کے حوالہ کردیا، اب پورے جزیرہ مین بوترا اور نوتو کے سوا اور کوئی شہر مسلمانون کے قبضہ مین نہ تھا لیکن ۱۰۹۱ء مطابق ۴۸۴ھ تک یہ دونون شہر بھی ایک دوستانہ معاہدہ کے رو سے نورمانی جماعت کے قبضہ مین آگئے اور اسی روز اس جزیرہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا،

(باقی)

مُترجمات

ناشادِ بخارا

(۱)

مترجمۂ جناب سید نجیب اشرف صاحب ندوی بی۔اے

مسٹر اے۔ راسن (MR. A. RAWSON) نے جو وسط ایشیا کے حالات کا کامل علم رکھتے ہین ایشیاٹک ریویو (ASIATIC REVIEW) لندن مین بدبخت بخارا کی حالتِ تباہ پر ایک دردناک و پر از معلومات مضمون شایع کیا ہے، اس مین بخارا کے وہ حالات بیان کئے گئے ہین اور اُن مصائب کا تذکرہ ہے جن سے روس کا تمام ملک انتشارا کی حکومت کے قیام کے بعد گذر رہا ہے، ہم ناظرین کی واقفیت و دلچسپی کے لئے اس کا ترجمہ پیش کرتے ہین،

جب ۱۸۶۸ء مین روسیون نے وسط ایشیا مین اپنی توسیعِ حکومت کے سلسلہ مین بخارا پر قبضہ کیا تو اس چھوٹی ریاست کو آزاد چھوڑ دیا، البتہ امیر کی مشورت و ہدایت کے لئے ایک رزیڈنٹ مقرر کر دیا، جب ریل و تار کا سلسلہ قائم کیا گیا تو وہ روسی ہاتھون مین رہا اور حربی اور کابلی سرحد پر روسی فوج متعین ہوگئی، لیکن اندرونی انتظامات مین امیر پھر بھی خود مختار رہا، وہ اپنی چھوٹی فوج رکھتا، اپنے افسر مقرر کرتا، قوانین بناتا اور لگان وصول کرتا، یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ وہ روسی رزیڈنٹ کے مشورہ پر عمل پیرا ہو، تاہم وہ اپنی نازک، کمزور و محدود حالت کو دیکھ کر اور یہ جان کر کہ اس کی آزادی کہان تک روسی ہاتھون مین ہے عموماً اکی ہدایت پر کاربند ہوتا، دوسری طرف روس یہ سمجھ کر کہ تمام حربی مقامات پر اس کا قبضہ ہے اس ریاست سے افغانستان تک پوری طرح سے متمتع ہوتا، اس کے ذرایع سے فائدہ اُٹھاتا، اور اس کے ساتھ ہی ملک کے اخراجات سے سبکدوش رہتا،

بخارا شریف اگرچہ اپنی گذشتہ عظمت و بزرگی کھو چکا تھا، پھر بھی وسط ایشیا مین علمی و مذہبی مرکز کی حیثیت سے خاص شہرت و امتیاز رکھتا تھا، امیر "امیر المومنین" کے خطاب کا دعویدار تھا اور اپنے ملک سے باہر بھی خلیفہ جیسا اثر رکھتا تھا، بہت ممکن ہے کہ وسط ایشیا کے مسلمانون کی گرویدگی نے زار کو اس خیال سے کہ وہ اس ریاست کو کامل طور پر محکوم بنا لے، روکا ہو کہ کہین اس سے اس کی رعایا پر اس کا خراب اثر نہ پڑے، بہرحال امرائے بخارا نے جنگِ عظیم تک اپنی آزادی قائم رکھی اور نہایت ہی خود مختارانہ طریقہ پر حکومت کرتے رہے، ان کا انصاف فوری ہوتا تھا، رشوت و جرائم کی گرم بازاری تھی اور ان کے افسر اپنی سختی مین خود مشرق مین ضرب المثل تھے، بایں ہمہ اہل بخارا آزادی کو محبوب رکھتے اور اس کے خاطر تمام مصائب خوشی خوشی برداشت کرتے، وہ اسی آب و ہوا مین رہتے تھے اور ان کو دوسرے ممالک کے حالات سے بالکل ناواقفیت تھی، البتہ اُن اشخاص کی جنھون نے روسی ممالک کے دوسرے علاقون کی سیاحت کی تھی اور تمدن کے برکات دیکھے تھے، ایک چھوٹی جماعت جو انفرادی حیثیت سے موجودہ حالت سے بیزاری کا اظہار کرتی موجود تھی، ان مین سے بعض نے تو یہان تک جرأت کی کر علانیہ اصلاحات کا مطالبہ کیا، لیکن عمال نے ان کی آوازون کو دبا دیا اور خود عوام نے اس کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی،

آغاز جنگ کے وقت جبکہ توپون کی گرج کی نہایت ہی ضعیف آواز ان کے کانون مین پڑ رہی تھی، بخارا کی یہی حالت تھی، روسی فوج میدان جنگ کو بھیج دی گئی، محفوظ دستے اون کے جگہ آگئے، وہ بھی چلے گئے، اور جرمن اور آسٹروی قیدیون کی ایک بڑی تعداد اس ریاست مین لائی گئی جو ریل و نہر کی توسیع کا کام کرنے لگی، لیکن عوام پر ان چیزون کا مطلقاً کوئی اثر نہ ہوا، اس کے بعد ۱۹۱۷ء کا روسی انقلاب رونما ہوا اس کا اثر اتنا زیادہ ہوا جتنا کہ جنگ کا کم ہوا تھا کیونکہ اب زارِ روس کی اس حکومت کا جس نے تمام وسط ایشیا پر قبضہ کر رکھا اور جس کا خوف بخارا کے دل مین بیٹھا تھا، شیرازہ بکھر رہا تھا، عام سرکشی کے طوفان نے شخصی حکومت کو متزلزل کر دیا تھا، بخارا جیسی چھوٹی ریاست

پر اس کا کیا اثر ہوگا؟ بعض کا خیال تھا کہ اب جب کہ روسی خوف فنا ہو چکا تھا آزادی کی وہمی صورت مادی شکل اختیار کر لے گی، بعض کا خیال تھا کہ خود روس کی طرح اس مین بھی کوئی اندرونی انقلاب رونما نہ ہو، امیر اور اس کے رفقاء کے لئے یہ ایک پریشان کن حقیقت تھی "اہل روس نے اپنے حکمران کو معزول کر دیا ہے، کیا یہ ممکن نہین ہے کہ اہل بخارا اپنی ہمسایہ ریاست کی تقلید مین امیر کو علحدہ کر دین اپنے کو محفوظ کرنے کے لئے ایک طرف تو امیر نے رعایا کو بعض حقوق دیئے اور دوسری طرف اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم مین مشغول ہو گیا اس کے ساتھ ہی اس بات کی سختی سے پابندی ہونے لگی کہ کوئی ایسا انقلابی خیال جو روس کی تباہی کا سبب ہوا ہے، اُس کے ملک مین نہ آنے پائے، اسی اثنا مین روسی واقعات سے جری ہو کر امیر کی مخالف چھوٹی جماعت نے اپنے کو "نوجوان بخارا" کی انجمن کی شکل مین بنا کر ایک لائحہ عمل تیار کیا جس کی بعض بہت ہی اہم ترین اصلاحات کے ذریعہ امیر کے اختیارات ایک بڑی حد تک کم کر دیئے گئے تھے اور بالاخر اس کو معزول کرنے کی ترکیب کی گئی تھی، اکتوبر کے روسی انقلاب کے آغاز کے ساتھ ہی اس جماعت نے جو اگرچہ چھوٹی تھی، اپنی مساعی کو دوچند کر دیا امیر نے اس سے خائف ہو کر اپنے کو محفوظ بنانے کے لئے ان تمام عناصر کو بیک وقت اپنے ملک سے جلاوطن کر دیا اگرچہ جدید روسی حکومت نے گذشتہ حکومت کی طرح اس کی خود مختاری تسلیم کر لی تھی لیکن امیر کو یقین تھا کہ اگر اس نے خود اپنی رعایا کو نہ روکا تو یہ اقرار آزادی بے کار اور اس کا قیام مشکل ثابت ہوگا، چونکہ اوس نے روس مین تعلیم پائی تھی، اس لئے اس کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ اس جماعت کی بعض شکایات یقیناً صحیح ہین،

پہلے تو نوجوان بخارا کی جماعت ان احکامات سے مرعوب ہو کر خاموش ہو گی لیکن ۱۹۱۸ء کے آخر مین اس نے تاشقند کے بالشوک ناظم سے مدد طلب کی، ناظم کو خود اپنے علاقہ مین مشکلات کا سامنا کرنا تھا اور اس نے ابتداءً اس طرف توجہ نہ کی لیکن جون ہی یہ رکاوٹین دور ہوتی گئین اور بعض

حالات کی بنا پر بخارا کے معاملات مین دخل دینے کی ضرورت محسوس ہونے لگی تو تاشقند کے ناظم اعلیٰ کالسف نے ان کی اپیل کی طرف توجہ کی، اگرچہ بخارا کے متعلق کافی طور سے اس بات کی ضمانتین دی جا چکی تھین کہ وہ آزاد رہے گا لیکن کالسف کے خیال مین ایک ایسی آزاد حکومت کا روسی حمایت مین رہنا بالشوک اصول کے سراسر منافی تھا، چنانچہ پہلی مارچ ۱۹۱۸ء کو وہ ایک فوجی دستہ کے ساتھ بخارا پہونچا اور اس نے امیر کو مجبور کیا کہ وہ "نوجوان بخارا جماعت" کے مطالبہ کے مطابق اصلاحات کر کے ایک جماعت مقرر کرے جو ان کو عملی جامہ پہنائے ورنہ اعلان جنگ، یہ اعلان جنگ ۲۴ گھنٹہ مین ختم ہونے والا تھا، امیر نے چاہا کہ کسی مصالحانہ صورت سے اس ہنگامہ کو فرو کر دیا جائے، لیکن پر جوش بالشوک ناظم پر یہ جادو نہ چلا، اس نے فوراً ہی محل مین نمایندے بھیجے کہ اس مطالبہ کی فوراً تکمیل کی جائے، یہ نامہ و پیام جاری ہی تھا کہ کالسف کے بعض سپاہیون اور اہل بخارا مین ایک جھگڑا ہو گیا روسی فوج کی آمد اور اس خبر نے کہ بعض اہم واقعات ظہور مین آنے والے ہین ایک عام جوش پھیلا رکھا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ معمولی جھگڑا ایک عام فساد اور ہنگامہ بن گیا، بخارا قدیم کے لوگ جدید بخارا کے لوگون سے مل گئے اور جہان کہین بھی کوئی روسی ملا اس پر حملہ کر دیا گیا جنوب مغربی حصۂ ریاست مین روسیون کے خلاف ایک عام تنفر پیدا ہو گیا اور تمام روسی اور ان کے ساتھ نوجوان بخارا جماعت کے وہ ارکان جو جلاوطنی سے بچ رہے تھے قتل کر دیئے گئے، صرف کالسف چند سپاہیون کے ساتھ جان بچا کر بھاگ سکا،

اس قتل عام کے بعد بخارا والون کا خیال تھا کہ روسی فوراً انتقامی کارروائیان کرین گے اس خیال سے انھون نے تمام ریل کی سڑکون کو توڑ ڈالا تاکہ روسیون کو آنے مین دقت ہو، اپنے کو مسلح کر لیا اور تمام اہم مقامات پر قابض ہو کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے، لیکن اس قسم کی کوئی کارروائی عمل مین نہ آئی، کالسف جو مشکل سے اپنی جان بچا سکا تھا، اس بات پر آمادہ نہ تھا کہ ایک چھوٹی فوج کے ساتھ حملہ کر

اپنے کو بیحد خطرہ مین ڈالے اور بڑی فوج کے جمع ہونے تک بخاریون کی حالت بدرجہا بہتر ہو چکی تھی، یہ بات صاف تھی کہ نوجوان بخارا جماعت کی طاقت کے اندازہ لگانے مین ضرورت سے زیادہ مبالغہ کو دخل دیا گیا اور امیر پر اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہین ہوسکتی تا آنکہ ریاست کی آبادی کو زیر نہ کر لیا جاے اس کام کے لئے جتنی بڑی فوج کی ضرورت تھی وہ ناممکن تھی کیونکہ بالشوک فوج اس وقت سفید مخالفین سے خود اپنے ملک مین مصروفِ جنگ تھی، اس لئے ایک روسی نائب کی تذلیل کی سزا ایک بہتر موقع و وقت کے لئے اٹھا رکھی گئی۔

۱۹۱۸ء کے باقی مہینون اور ۱۹۱۹ء مین حکومتِ تاشقند تمام تر سفید مخالفین کے مقابلہ مین مصروف رہی، جنوب مین اورن برگ (Orenburg) کی طرف جنرل کولچک (Kolchak) کی فوج کا ایک دستہ جو جنرل ڈوٹیف (Dutov) کے ماتحت تھا خود تاشقند کی طرف پیش قدمی کرنے کی دھمکیان دے رہا تھا اور جب اکتوبر ۱۹۱۹ء مین یہ دستہ مشرق کی طرف ہٹ گیا تب کہین ماسکو اور تاشقند مین سلسلۂ مراسلت قایم ہو سکا، انتہائی جنوب مین ماوراء الخزر (Transcaspia) مین برطانوی فوج جدید بالشوک حملہ کو روک رہی تھی، یہ حکومت اشک آباد مین قایم کی گئی تھی، لیکن جب لندن سے احکامات آئے تو وسط ۱۹۱۹ء مین یہ فوج ایران چلی گئی، اور جنرل ڈنکن (Denkin) کی زیر ہدایت سفید مخالفین نے جنگ جاری رکھی، بالشوکون کو اپنی حفاظت کے لئے انھین دو محاذون پر جنگ نہین کرنی پڑی تھی، بلکہ ترکستانی صوبہ کے ہر ضلع مین مخالفین کی ایک جماعت اس جدید حکومت کے خلاف برسر جنگ تھی، رفتہ رفتہ مخالفت کمزور ہوتی گئی تا آنکہ ابتداء فروری ۱۹۲۰ء مین کرسنووڈسک (Krasnovodsk) کے سقوط نے ان کو بحر خزر سے سرحد چین تک کا مالک بنا دیا، اگرچہ دشمنون کا ایک دستہ اب تک مشرقی اضلاع کے پہاڑون مین موجود تھا تاہم وسطی روس کے فوج کے امدادی دستے برابر تاشقند آرہے تھے، بالشوک حکومت کی ہلاکت کا خطرہ غائب ہو چکا تھا، اب اندرونی اصلاح کا وقت

آیا اور ناتجربہ کار افسرون نے اس کی طرف توجہ کی، یہان جو مشکلات موجود تھین اُن کو دیکھ کر تجربہ کار افسر بھی کانپ اُٹھے کیونکہ انقلاب و بغاوت نے ہر ضلع مین، اپنے دو سالہ قیام کے نشانات چھوڑے تھے، کارخانون کو قومی بنانے کی وجہ سے صنعت بیکار ہو گئی تھی، اور اگر بعض کارخانے چل رہے تھے تو ان کا بنایا ہوا مال بالکل ہی تھوڑا ہوتا تھا، نئے افسرون نے زراعت مین جو وہان کی خاص چیز ہے اشتراکی اصول قایم کئے تھے، اس کی وجہ سے اس کی حالت کارخانون سے بھی بدتر تھی، اب کاشتکار کے لئے کوئی چیز ہمت افزا نہ تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ جس قدر غلہ پیدا کرے گا وہ افسر کے حکم سے لے لیا جائیگا، اور اس کی محنت اکارت جائیگی، اس لئے اُس نے اتنا ہی غلہ پیدا کیا جو اس کے لئے کافی ہو، عوام دل سے اس سے متنفر تھے، کیونکہ اس نے نہ صرف ان کی روزی چھین لی تھی، بلکہ ان کے اندرونی معاملات مین بھی دخل دینا شروع کر دیا تھا، اگر ان کے ساتھ اس بربادی کو بھی شریک کر لیا جائے جو حقیقی جنگ کی وجہ سے مختلف علاقون مین ہوئی تو ہمکو پتہ چلے گا کہ نئے افسرون کو کس قدر خوفناک مسائل حل کرنا تھے روسی فتوحات کے باوجود وہ محفوظ نہ تھے ان کی سرحدون پر باغی موجود تھے اور خود باشندے ایک "اچانک خطرہ" کی صورت اختیار کئے ہوئے تھے، اس کے علاوہ پاس ہی ایران مین برطانوی فوج موجود تھی جو موقع پا کر پھر ان کے علاقہ پر حملہ آور ہو سکتی تھی، پس انکی اولین ضرورت بیرونی حملہ کے مقابلہ کے لئے استحکام مدافعت تھی، اسی دفاعی صورت کے بہترین حل کے سوچنے مین ان افسرون کو پتہ چلا کہ ان کے سلسلۂ آمد و رفت مین سب بڑا جو خطرہ ہے وہ اس بات کا ہے کہ ان کی ریل کی لائن ۱۵۰ میل تک ایک ایسے علاقہ سے گذرتی ہے جو خود مختار ہے، اور ہر وقت خطرہ ہے کہ وہان کے لوگ اس سڑک کو برباد نہ کر دین کیونکہ مارچ ۱۹۱۸ء مین کانسف کا واقعہ سب کے پیش نظر تھا، اس کے ساتھ خطرہ تھا کہ کسی دور افتادہ علاقہ حملہ یا کسی ترکستانی ضلع کی بغاوت کے بعد پھر کہین نہ یہ ناخوشگوار واقعہ پیش آ جائے، فوجی قوت کی کمی نے اس مسئلہ کو اور زیادہ اہم بنا رکھا تھا، کیونکہ وقت پر فوجی نقل و حرکت ہی ان خطرات کا مقابلہ کر سکتی تھی، اور اس کے لئے لمبا

ضروری تھا کہ راستہ ہمیشہ محفوظ و مامون رہے، ان حالات نے مجبور کیا کہ یا تو امیر سے کوئی مصالحت کرلی جائے یا پھر کوئی سخت کارروائی عمل مین لائی جائے، سخت کارروائی کی طرف دوسرے حالات بھی زور دے رہے تھے، کیونکہ اول تو جیسا کہ گذرچکا ہے بالشویک نظام نے زراعت کو برباد کردیا تھا، ترکستان مین کبھی بھی اتنا غلہ پیدا نہین ہوا جو روس کے لئے کافی ہو اور تباہی زراعت نے لوگون کو فاقہ کشی کی حد تک پہونچا دیا تھا، دوسری طرف بخارا مین غلہ کافی ہوتا تھا لیکن امیر نے اس کی برآمد پر سخت ترین قیود لگا دیئے تھے، اگر روسی بخارا کے غلہ پر قبضہ پالین تو وہ ترکستان کے فاقہ زدون کو بچا ہی نہین سکتے بلکہ اون کے دلون سے اپنی نفرت بھی کم کرا سکتے ہین، دوسرے ان کے اتنے قریب ایک آزاد شخصی حکومت کا وجود ان کے خیال مین ایک مہمل و بے معنی سی چیز معلوم ہوتی تھی، تیسرے ان کے نمایندے کا نسف کی تذلیل کا خیال ہنوز ان کے دلون مین موجود تھا،

تاہم بخارا کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا حل بہت مشکل تھا تمام وسط ایشیا کے مسلمان امیر بخارا کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور اس پر کوئی علانیہ حملہ، تمام ترکستان کی بغاوت کا مرادف تھا، جسے بالشوک اپنی موجودہ فوج سے کسی طرح بھی فرد نہین کر سکتے تھے، علاوہ ازین مرکزی روسی حکومت نے اپنے کو مشرق کو شہنشاہیت و سرمایہ داری کے پنجون سے نجات دلانے والے کی حیثیت سے ظاہر کرنا شروع کردیا تھا، ایسی حالت مین ایک مشرقی حکومت کو تسخیر کرنا اپنے کو جھوٹا بنانا تھا، اس لئے ضروری تھا کہ حملہ اس صورت سے کیا جائے کہ جس سے مطلقاً اس بات کا وہم و گمان بھی نہ ہو کہ یہ روسی پیش دستی کا نتیجہ ہے،

اب یہان پر "نوجوان بخارا" جماعت جو پہلی مرتبہ اس بری طور سے ناکامیاب ہوئی تھی پھر اس مقصد کے لئے کھڑی ہوگئی، اس جماعت نے ریاست سے باہر مختلف مقامات پر اپنی کارروائیان جاری کر رکھین تھین، اور اگرچہ اب تک تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھی پھر بھی بالشوک

اپنے حصول مقصد کے لئے ان سے کام لے سکتے تھے، اب بالشوکون نے ان کو طاقتور بنانے کے لئے خفیہ طور پر روسی خزانہ سے امداد دینی شروع کردی، اور روپیہ ہر انقلابی تحریک کی بنیاد ہے، کیونکہ ہر ملک مین ایسے لوگ موجود ہوتے ہین جو روپیہ کے بدلے انتہائی سے انتہائی تحریک کی تائید و ترویج پر آمادہ ہوجاتے ہین۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جماعت کی انفرادی قوت بہت بڑھ گئی اور ان کی کارروائیان زیادہ عام و ممتاز ہوگئین، انھون نے جلسے کرکے امیر کے ظلم کی شکایتین کین اور ان کا پروپگنڈا ترکستان کے تمام شہرون مین پھیل گیا، نوجوان بخارا جماعت کی مزید کارروائیان اس وقت شروع ہوگئین جبکہ روس نے اس کو اسلحہ کا ایک بڑا ذخیرہ بھیج دیا اور اس جماعت کی کمپنیان اور دستے بن گئے اگرچہ یہ سب کے سب ناتجربہ کار نوجوان تھے لیکن روسیون کی تعلیم نے اون مین قواعد و تنظیم کا خیال پیدا کردیا۔

مقالۂ روسو

فرانس کا مشہور علمی و سیاسی انقلاب جن ارباب دماغ کا نتیجہ ہے، ان مین روسو کو خاص اہمیت حاصل ہے، دنیا کی اکثر مہذب زبانون مین اسکی تصنیفات کے ترجمے ہوگئے ہین جناب ظفر حسین خان سب ڈپٹی انسپکٹر تعلیمات پیلی بھیت نے اس کے ایک اہم رسالہ کا ترجمہ کیا اور دار المصنفین نے شایع کیا ہے، اس رسالہ مین روسو نے علوم کی قدر و قیمت پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے۔ اس لائق ہے کہ اردو دان اصحاب اس کا مطالعہ کرین، قیمت ۸ر

منیجر

تلخیص و تبصرہ

عہد مغلیہ کی نقاشی

مسٹر پرسی براؤن (Mr. Percy Brown) نے حال ہی مین "عہد مغلیہ مین ہندوستانی نقاشی" کے نام سے ایک خوبصورت، پُر از تصاویر، ضخیم جلد لکھی اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے کلرنڈن پریس نے شائع کی ہے، اس کتاب مین ۱۵۵۰ء سے ۱۷۵۰ء یعنی دو کامل صدیون کی تاریخ مصوری پر فاضلانہ بحث کیگئی ہے، ہندوستان کی مختلف ریاستون، عجائب خانون، اور یورپ کے متعدد ذخائر سے تصاویر حاصل کرکے اونکو اونہی رنگ و روغن کے ساتھ بکثرت اس مین جگہ دیا گیا ہے، اسکی قیمت پنچ پونڈ پانچ شلنگ ہے، ٹائمس (لندن) نے اپنے ۲۷ جون کے ضمیمہ مین اس پر ایک طویل تبصرہ لکھا ہے، اگرچہ اسکی تنقیدات اسلامی جذبات کے خلاف ہوتی ہین لیکن پھر بھی کانٹون کی خاطر پھولونکو پھینکا نہین جاتا، ہم ان کانٹون اور پھولون کو یکجا اہل معارف کی دلچسپی کے لیے پیش کرتے ہین، اور انتخاب کا فیصلہ اونکی قوت تمیز پر چھوڑتے ہین، کہ اس قسم کے اعتراضات کے جوابات پامال ہوچکے ہین،

"تاریخ عالم کا وہ کونسا حصہ ہے جو ایک طالب علم تاریخ کے لیے اس قدر مسلسل دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے، وہ حکومت مغلیہ کا وہ سلسلہ ہے جسے فاتح ہند بابر نے قائم کیا تھا، اس دلچسپی و کشش کا سبب آپ کو انس، اشتراک مین ملے گا، جو ان حکمرانون نے تدبر و سیاست کو عشق و محبت، علوم و فنون، اور ذوق حیات سے متحد کرکے پیدا کر دیا تھا، اس وقت ہمارے سامنے وہ سلاطین ہین جو

تاریخی اہمیت رکھتے ہین اور جنکا سلسلہ اورنگ زیب پر آکر ختم ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ مقابلہ مین اپنے پیش رون سے خودداری و خود رائی مین ممتاز ہے تاہم اوسکی زندگی قابلیت، و دلچسپی کے لحاظ سے کچھ کم اہم نہین،

اورنگ زیب کے علاوہ تمام سلاطین، خوبصورت چیزونکو پسند کرتے، باغون اور پھولون کا شوق رکھتے، موسیقی و شاعری کے دلدادہ اور نقاشی کے مربی تھے، اکبر، اور داراشکوہ کی طرح فنون لطیفہ کا دلدادہ تھا، لیکن اس نے جس مصوری و نقاشی کی ہمت افزائی کی وہ اطالوی نقاشی سے جداگانہ چیز تھی، مذہبی جذبات کو ان مین کوئی دخل نہ تھا، اسلامی شریعت کے مطابق جاندار چیزون کی تصاویر ممنوع تھین لیکن جذبۂ فن، مذہبی ممنوعات سے زیادہ سخت تھا اور خود مغل سلاطین شریعت کے سخت ترین پابند نہ تھے، اگرچہ اس فن نے ایک مستقل و مامون حیثیت اختیار کرلی تھی، لیکن اوسے کوئی عام وسعت حاصل نہین ہوئی تھی، کیونکہ وہ حکمرانون اور انکی محبوب اشیا تک محدود تھا، اس جماعت کی لاتعداد تصاویر کو دیکھکر ہر شخص کو نقاشان کلوئٹس (Clouets) اور انکی تصاویر یاد آتی ہین، ان دونون جماعتون مین اصل تصاویر سے نقلون کی تعداد زیادہ ہے، لیکن مغلون نے اس فن کو وسعت دی اور اشخاص کی تصاویر سے بڑھکر دربارون، شکارگاہون، اور ہر اس جلسہ کی تصویر جسے یہ حکمران کسی نہ کسی وجہ سے یادگار بنانا چاہتے تھے تیار کیگئی، رسکن (Ruskin) نے شکایت کی تھی کہ نقاش و مصور صرف اپنے خیالات کی تصاویر بنانے مین مشغول رہتے ہین، اور اپنے عہد کو بالکل فراموش کردیتے ہین، اور جب مورخ بعض زمانون کی خیالی تصویر مرتب کرنا چاہتا ہے تو وہ اس مین بالکل ناکامیاب رہتا ہے، مگر مغلون کے یہان یہ چیز نہایت کثرت اور بہتات سے موجود ہے، اور اگر ان کی یہ خصوصیت تسلیم نہ کیجائے تو سخت احسان فراموشی ہوگی، یہ نقاش اپنے فن مین باکمال تھے، وہ فریب نہین دیتے بلکہ اظہار حقیقت کرتے ہین، آج تک کسی حکومت کے فرمانرواؤن نے اتنی شان و شوکت، عظمت و جلال، اور جواہرات کی نمائش نہین کی، اکبر صرف بادشاہ ہی نہ تھا، بلکہ وہ حق و صداقت کا دلدادہ تھا اور بعض

سلاطین ایسے ہو سکتے ہین،

عہد مغلیہ کی تصاویر کا ہم کو بہت کم علم ہے، کیونکہ وہ اکثر و بیشتر کتبخانون کی چار دیواریون کے اندر محدود ہین، ایک طالب علم کو تاکہ وہ اُن کا کامل ترین نمونہ دیکھے، دور دراز سفر کے مصائب برداشت کرنے پڑین گے، مثلاً رامپور کے کتبخانہ مین اس سے متعلق مختلف بہترین تصاویر ہین، اور مسٹر پرسی براؤن (Mr. Percy Brown) نے اونکو اپنی کتاب مین جگہ دے کر ہم کو ایک حد تک اس تکلیف سے بچا دیا ہے،......اس فن کی تنقید کے لیے ہم کو مغلون کی بہترین تصاویر دیکھنی چاہئین، ان کا بہترین مجموعہ برطانی عجائب خانہ مین ہے، جہان ہونہار جفتار، محمد نادر اور دوسرے اساتذۂ فن کے کمالات کے نمونے جو اونھون نے جہانگیر و شاہجہان کے لیئے تیار کئے تھے، موجود ہین، اکسفورڈ مین حالتِ نزع کی ایک تصویر ہے، جسے خوش قسمتی سے مسٹر براؤن نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ عنایت خان کی ہے، جو افیون کا عادی تھا اور جس کا تذکرہ جہانگیر نے اپنی تزک مین بھی کیا ہے، بعض لوگون کا خیال ہے کہ یہ تصویر اپنے فن کا بہترین نمونہ ہے، لیکن بعض اُس مست ہاتھی کی تصویر کو جو اپنی سونڈ مین دہاوت کو پکڑے ہوئے ہے اور کلکتہ عجائب خانہ مین ہے، یہ درجہ دیتے ہین، یہ تصویر غلام کی بنائی ہوئی ہے، اس کے علاوہ جلوس کی تصویر بھی خاص امتیاز رکھتی ہے، اگرچہ اس تصویر مین کچھ بھدا پن ہے تاہم جس کمال کے ساتھ اس تصویر کو بنایا گیا ہے اور جس طرح ہر جماعت کے لباس، اونکی چال وغیرہ کو دکھایا گیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ گوئے، سوار، فیلبان، اور گانے والی عورتین اس بات کو محسوس کر رہی ہین، کہ بادشاہ کی نظران پر پڑ رہی ہے، ہر شخص اپنے کام مین محو ہے، یہ تصویر جہانگیر کے بہترین مصور منوہر کے اظہارِ کمال کا اعلیٰ نمونہ ہے، جانورون اور پرندون کا مصور منصور اگرچہ بہت مشہور ہے، لیکن ہمارے خیال مین اس مین مبالغہ کو بھی کچھ دخل ہے، مسٹر براؤن نے اس فن کی ترقی مین جہانگیر کی ہمت افزائی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانی اثر کم ہو گیا اور ایک

خالص ہندوستانی شان پیدا ہو گئی، جہانگیر کو اس فن کے ماہر اخلاقیات کی حیثیت سے پیش کیا جانا صحیح نہین ہے کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ جہانگیر صرف نفسانی آنکھون سے انکو دیکھتا ہے، اگر یہ عزت کسی کے ہاتھ آسکتی ہے تو وہ اکبر ہے،

بین الاقوامی مجلسِ فلسفیات

گذشتہ مئی مین بین الاقوامی مجلسِ فلسفیات کا پانچوان اجلاس اطالیہ کے مشہور علمی شہر نیپلس (Naples) مین منعقد ہوا تھا، یورپ کی جنگ کے بعد درحقیقت یہ پہلا اجلاس تھا، کیونکہ اگرچہ ۱۹۲۱ء مین ایک اسی قسم کی مجلس پیرس مین ہوئی، لیکن اس مین صرف اتحادی ممالک کے علماء شریک تھے، اس لیے وہ صحیح معنون مین بین الاقوامی نہ تھی، اس مجلس کو دس سال قبل مرتب کیا گیا تھا، لیکن اس عرصہ مین اس کے اکثر بانی کسی نہ کسی حادثہ کی وجہ سے اس سے الگ ہو گیے، جامعۂ نیپلس جو آج سے ٹھیک سات سو برس پہلے ایک جرمنی النسل شاہ فریڈرک کے ہاتھون عالم وجود مین آیا تھا، اپنی ہفت صد سالہ سالگرہ کا موقع اس سے بہتر طریقہ سے ادا نہ کر سکتا تھا کہ وہ اس مجلسِ فلسفہ کو ترتیب دے، پروفیسر الیوٹا (Aliotta) ڈیلا ویلی (Della valle) وغیرہ کو اس عالمگیر مجلس کی کامیابی کے لیئے بہت کوشش کرنی پڑی، اس کانفرنس نے دنیا کے اکثر ممالک کے بہترین فلسفی دماغون کو ایک جگہ جمع کر دیا اور اونکو جو بجز کاغذی ذرایع کے ایک دوسرے کو دیکھنے کا خیال بھی نہ کر سکتے تھے، باہم ملا دیا، اس کانفرنس کے ساتھ دوسری متعدد علمی مجالس کا بھی انعقاد ہوا، سالگرہ ۳ مئی سے شروع ہوئی، شاہ اطالیہ خود شریک ہوا، اور اسے فلسفہ و ادبیات کی اعزازی سند دیگئی، ۵ مئی سے مجلس کا اجلاس شروع ہوا، اور ۹ مئی تک جاری رہا،

پہلے دن کی کاروائی کا مہمانون کے خیر مقدم اور استقبال سے شروع ہوا، جامعہ کے اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ اس مجلس مین، فرانس، انگلستان، اسکاٹلینڈ، آئرلینڈ

جنوبی افریقہ، یونان، یرگوئی، ارجنٹائن، زیکوسلیویا، چلی، ڈنمارک یوگوسلیویا، لیتھونیا، ناروے، ہالینڈ، پیرو، پولونیا، پرتگال، ریاستہائے متحدہ امریکہ، سویڈن، سوئزرلینڈ، ہنگری، مالٹا، جرمنی، اور **ہندوستان** کے نمائندے شریک تھے، اُن کے علاوہ مختلف اطالوی یونیورسٹیون کے مندوبین کی ایک بڑی جماعت موجود تھی، خیر مقدم کے بعد مختلف ممالک کے نمایندون نے تقریرین کین، چھٹا نمبر ہندوستان کا تھا، ہندوستان کا نائب اپنے دیسی، وطنی لباس، چپکن اور پگڑی مین کھڑا ہوا، تو تمام حاضرین نے طویل نعرہائے مسرت سے استقبال کیا، اور تمام کمرہ تالیون کی پرزور صداؤن سے گونج اوٹھا، یہ مادرِ ہند کے سپوت پروفیسر ایس، این داس گپتا تھے، انھون نے بتایا کہ کس طرح ہندوستان و اطالیہ کی طبعی جغرافی حالت یکسان ہی، اور پھر عہد قدیم مین ہندوستان نے فلسفہ مین جو ترقی کی تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہترین اتفاق ہے کہ انھین مین سے ایک نے دوسرے کو مدعو کیا،

ان کے علاوہ لیڈس (Leeds) یونیورسٹی کے ایک ہندوستانی طالب علم مسٹر اپر سندرن بھی شریک تھے اور انھون نے بھی ایک مضمون پڑھکر سنایا، ان کے بعد مختلف مقررین آئے اور اُنکی تقریرون کے اختتام پر یہ ابتدائی جلسۂ تعارف برخاست ہوا، اور تمام حاضرین ایک دوسری عمارت مین جمع ہوئے جہان پادری اے، گومیلی (A. Gemelli) نے جو میلانو کے کیتھولک یونیورسٹی کے ڈائرکٹر ہین تھامس اکوئنس (Thomas Aquinas) کی خدمتِ فلسفہ پر ایک طویل تقریر کی، کیونکہ، پانچوین مئی اوسکی پچھتوین (۶۵۰) سالگرہ کا دن تھا،

بعد ازین مجلس نے اپنے اجلاس کو دو وقتون پر منقسم کر دیا، صبح اور شام، صبح کا وقت طویل علمی تقریرون کیلئے مخصوص تھا، مجلس دس شعبون مین منقسم کر دیگئی، شام کو ان دسون شعبونکے علحدہ اجلاس ہوتے، اکثر مضامین یورپین فلسفہ سے متعلق تھے، مسٹر داس گپتا کے علاوہ جن بزرگ نے فلسفۂ ہند پر تقریر کی وہ برلن کے پروفیسر ہلمتھ وان گلیس نپ (Helmath von Glasenapp) تھے، اُنھون نے "جینی فلسفہ اور اس کا دوسرے مذاہب فلسفہ کے الٰہیات سے تعلق" پر تقریر کی، پروفیسر مذکور فلسفۂ ہند کے مستند اساتذہ مین ہین، ان کی متعدد کتابین ان مضامین پر شایع ہو چکی ہین، اور سنسکرت مین کافی دستگاہ رکھتے ہین،

۸ رئی کو پروفیسر گپتا نے اپنا طویل و دلچسپ مضمون کروس و بودھ مذہب " (Croce and Buddhism) پڑھا، یہ مضمون بہت مقبول ہوا اور ہندوستانی فلسفی کی قدر و منزلت لوگون کی آنکھون مین بڑھ گئی، چنانچہ ان کو جامعہ پیڈوا مین آنے کی دعوت دیگئی، اور وہان اون کا شاندار خیر مقدم کیا گیا،

(ماڈرن ریویو اگست)

نذرِ عقیدت

۷ ، فروری ۱۹۲۲ء کو ڈاکٹر ای، جی براؤن کو، ان کے مختلف مداحون، دوستون اور شاگردون نے اونکی عمر کے ساٹھوین سالگرہ کے موقع پر ایک سپاسنامہ پیش کیا تھا اور اس کے ساتھ یہ تجویز کیگئی تھی کہ مشرقی مباحث پر مختلف مضامین لکھکر اون کو بطور یادگار جشن مسرت شایع کیا جائے، چنانچہ ڈاکٹر منکلسن اور سرار نلڈ نے ان تمام مضامین کو کتاب کی صورت مین ترتیب دے کر ۴۹۹ صفحات پر کیمبرج یونیورسٹی پریس سے شایع کیا ہے، ہم اس کتاب کے مضامین و مباحث پر مستقل روشنی ڈالنے کی بجائے ہم ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہین:-

اس کتاب کی صحتِ طباعت کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تمام کتاب مین باوجود تلاش صرف ایک غلطی مل سکی، یعنی صفحہ ۲۰۰ کی سطر ۱۹ مین "کلملس" کی جگہ "کلماس" چاہئے اس کتاب مین انگریزی زبان کے ۲۶، جرمن کے ۱۰، فرنچ کے ۴، اطالین کے ۲، اور اسپینی زبان کا ایک مضمون ہے، ان مضامین کے لکھنے والے مختلف، ۴۴ ماہرین فن ہین جو دنیا کے مختلف حصص مین رہتے ہین، مضامین بہت مختلف ہین، لیکن ادبِ عربی کی خدمات کے لحاظ سے زیادہ مضامین عربی زبان و ادب سے متعلق ہین، اس حصہ مین قابلِ ذکر مضامین یہ ہین، سر چارلس لائل کا الاعشیٰ کا منظوم ترجمہ، پروفیسر مکرٹنی (Prof. Macartney) کے مختصر حالاتِ ذوالرمہ، اور پروفیسر کرنکو (Prof. Krenkow)

کا مضمون عربی طرز تحریر پر ہے، جس کے ذریعہ متعدد عام روایات وخیالات کی تردید بھی کیگئی ہے، ہمارے لاہور کے پروفیسر محمد شفیع نے مشہور اندلسی ادیب ابن عبد البلیبی پر لکھا ہے، پروفیسر ڈی بی مکڈانلڈ نے الف لیلہ کے قلمی نسخہ کے متعلق اظہار خیال کیا ہے، پروفیسر مسی نان (Pr. Massignon) نے اسماعیلیہ فرقہ کی ایک کتاب پر لکھا ہے، پروفیسر سٹورے (Pr. Storey) اور پروفیسر بیون (Prof. Bevon) نے عربی علم اللغات پر مختلف پہلوؤن سے بحث کی ہے، پروفیسر ٹورے (Prof. Torrey) نے قرآن مجید کی تین سورون سورۂ ۸ آیات ۲۵-۸ سورۂ ۲۴ آیت ۶ اور سورۂ ۱۰ آیات ۸-۶ کی نئی تفسیر بیان کی ہے، ڈاکٹر وان ارن ڈانک (Dr. von Arendonk) نے جنوبی عرب مین سحر پر مضمون لکھا ہے، مسٹر ٹی، ڈبلو، آرنلڈ نے عربی کی طبی تصنیفات کے قیصری حصہ پر بحث کی ہے، سنور اسن پلکیوس (Senor Asin Palacios) نے مسیحی کتب مقدسہ سے ایسے جملے جمع کئے ہین جو اسلامی مذہبی تصانیف مین موجود ہین، ڈاکٹر اے، فیشر (Dr. A. Fischer) نے مشہور مسئلۂ زنبوریہ پر اظہار رائے کیا ہے، پروفیسر آئی، گولڈ زیہر (Prof. I. Goldziher) نے عربی ادبیات سے بہت سے ایسے اشخاص کے نام نکالے ہین جن مین سے ہر ایک کے دو دو نام ہوتے تھے، ایک آسمانی استعمال کے لیئے اور دوسرا ارضی، ڈاکٹر ایچ ہرسفلڈ نے مقالات الجاحظ پر قلم اٹھایا ہے، پروفیسر ڈی، ایس مارگولیس نے لفظ خلیفہ کے معنی پر بحث کی ہے، ہرای، میٹوخ نے قران مجید کی ایک قلمی تفسیر پر جو برلن مین ہے لکھا ہے، مسٹر اے ایس ٹرٹن (Mr. A. S. Tritton) نے ایک عربی نظم جو اپنے ردیف وقافیہ کے لیے بہت ممتاز ہے اس کے معانی اور ضروری حواشی کیساتھ لکھی ہے، مسٹر ای، اڈورڈس (Mr. E. Edwards) نے بعض عربی وفارسی قلمی نسخون پر نوٹ لکھے ہین

فارسی ادبیات مین زردشتی عہد پر پروفیسر اے اے، جے، کرنائے، (Prof. A. J. Carnoy) کا مضمون اور پادری کسرٹیلی (P. Casartelli) کا اردن "ردح" پر ایک نوٹ ہے، عہد اسلامی

پر مختلف مضامین ہین، ڈاکٹر اے، کرسٹنسن (Dr. A. Christensen) کا مقالہ نصیر الدین خوجہ کے جانشین جو ہو پر ہے، پروفیسر ایم، تھامس ہاتزما (Prof. M. T. Houtsma) نے دیوان نظامی کے ایک قدیم ترین نسخہ پر لکھا ہے، پروفیسر آر، اے، نکلسن (Prof. R. A. Nicholson) نے پیر جمال کلیات پر جو انڈیا آفس کے کتبخانہ مین ہے مضمون لکھا ہے،

ترکی ادبیات مین کاونٹ کراذی واکس نے ایک ترکی زائچہ پر تبصرہ کیا ہے، اور پروفیسر انیولٹ مین (Prof. Annolittmann) نے ایک ترکی نظم کا جو ارمنی خط مین تھی اور جس مین شادی پر مکالمہ ہے، ترجمہ کیا ہے،

اس کے علاوہ یورپ کی تاریخ، اثریات، لسانیات یورپ کے متعلق متعدد مضامین ہین جنکا یہان پر تذکرہ کچھ زیادہ سود مند نہین،

(جرنل ار، اے، ایس)

اخبار علمیّہ

اب تک سینما مین ہم صرف متحرک تصاویر کے ذریعہ لذت حاصل کر سکتے تھے لیکن اب ڈاکٹر بی، ڈی فارسٹ کے اعلان نے ہم کو اس بات کی اُمید دلادی ہے کہ ہم آیندہ ان بے زبان تصویرون کو گویا بھی پائینگے ڈاکٹر موصوف نے ایک آلہ ایجاد کیا ہی جس کا نام تھرموفون (Thermophone) رکھا گیا ہے، اس کے ذریعہ نہین سے نہین تر اور تیز سے تیز تر آواز بند کیجا سکتی ہی، انھون نے متحرک تصاویر کے ساتھ اس کا تجربہ کیا اور اسکا نتیجہ ہماری امید کی برآری ہی، اس مین سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ حقیقت ہی کہ تصویر و آواز یک وقت حاصل ہوتی ہی، اس کے لیے کسی نئی مشین کی ضرورت نہین ہوتی اور جب حسب معمول تصاویر پردون پر متحرک ہوتی ہین تو انکی گفتگو بھی ناظرین کے لیے باعث دلبستگی ثابت ہوتی ہی۔

کیلیفورنیا کے "بڑے درخت" دنیا کی موجودات مین ایک خاص اہمیت وامتیاز رکھتے ہین، ایک طرف تو وہ اسٹریلیا کے بلند ترین درختون سے بھی بلند و بالا ہین اور دوسری طرف گولائی مین سسلی (صقلیہ) کے درخت ان کا مقابلہ نہین کر سکتے، اس پر لطف یہ ہے کہ جسامت مین بھی ان دونون سے بڑے ہین، مستند اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ یہان کے درخت دور مین ۳۲ فٹ، بلندی مین ۳۵۰ فٹ اور عمر کے لحاظ سے ۳۰۰۰ سال کے ہین، چونکہ یہ درخت بیماریون اور بجلیون سے محفوظ ہین، اور درازی عمر کا ان پر کوئی اثر نہین ہوتا، اس لیئے ان کی تباہی کا واحد سبب یہ ہوتا ہے کہ پانی ان کی جڑون کے پاس سے مٹی دھو دیتا ہے اور انکی کمزوری سے وہ گر جاتے ہین۔

آگ نے ہمارے اکثر بیش قیمت علمی ذخیرونکو برباد کر دیا ہی اور سوختہ اوراق کی یہ حالت ہو گئی کہ اسکا ایک لفظ بھی پڑھنا مشکل ہو گیا لیکن ایک ماہر کیمیا نے اس کا حل نکال لیا ہے، کتاب کے جلے ہوئے ورق کی عبارت اگر آپ معلوم کرنا چاہین تو اس کو تصویر کشی کی پلیٹ کے ساتھ ایک ہفتہ یا دو ہفتہ رکھدیجیے، وہ پلیٹ تمامتر سیاہ ہو جائیگی لیکن صفحہ کی تحریر کی جگہ کوئی شے نہین آئیگی، اس کے بعد آپ اس سے تصویر حاصل کر لیجیے تمام عبارت ایک خوشنما طریقہ سے آپ کے سامنے ہو گی،

ریاستہاے متحدہ امریکہ مین شہد کی مکھیون کے پالنے اور اُن سے شہد حاصل کرنے کے متعدد بڑے بڑے کارخانے قائم ہین، ماہرین نے برسون کے تجربے کے بعد بعض نئی باتین اونکے متعلق دریافت کی ہین، ہر مکھی دن بھر مین تقریباً ۵ یا ۶ مرتبہ رس لانے جاتی ہی ہر سفر مین اوس کا تقریباً ۱۰ یا ۲۰ منٹ وقت صرف ہوتا ہے، ہر سفر کے بعد اوسکو ۳۰ یا ۴۰ منٹ سستانا اور نصف دن اسے کامل آرام لینا پڑتا ہے، ان مین سخت کام کرنے والی مکھیان ۳ ہفتون سے زیادہ نہین بچتین اور سست ترین زائد از زائد پانچ مہینون تک

سائنس نے اپنی متحیّر العقول ایجادات میں ایک اور اضافہ کیا ہے اور وہ نیند کے نعم البدل کے پیدا کرنے مین کامیاب ہو گئی ہے، تجربات سے پتہ چلا ہے کہ دماغ کے بعض حصے بیداری مین کام کرنے کی وجہ سے اپنی قوت حیات سے معرّیٰ ہو جاتے ہین اور نیند اونکو کیمیائی طریقہ سے پھر ان حیات بخش ذرات سے بھر دیتی ہے، ڈاکٹر فریزر ہریس اور ڈاکٹر اے، ڈبلو، کرائیلی کا خیال ہے کہ یہ تبدیلی ایک برقی کیمیادی تبدیلی ہے، اور پروفیسر آرتھر کاٹن ایک ایسے آلہ کا تجربہ کر رہے ہین، جس کے متعلق اون کا خیال ہے کہ وہ نیند کی بجائے، ایک برقی لہر کے ذریعہ ان خالی خلیون کو حیات بخش اجزا سے بھر سکتا ہے اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہو گیا تو اس کے معنی یہ ہونگے ایک شخص جو دن کے کام سے تھک

نیند کا متلاشی ہو جس کے دماغ کے بعض خونون سے قوتِ حیات ختم ہو چکی ہو، وہ آٹھ گھنٹے پڑکر سو رہنے کے بجائے ایک قفس نما مکان مین داخل ہو کر ایک برقی آلہ اپنے سر مین لگائے گا کلائی برقی لہر پہنچائیگی اور پندرہ منٹون کے بعد وہ پھر اونھین حیات بخش قوے سے مسلح ترو تازہ ہو کر نکل آئیگا،

امریکہ کے ماہرینِ نسلیات کے سامنے اندنون ایک ایسا مسئلہ پیش ہے جس نے اونکو بہت بیچین اور پریشان کر رکھا ہے اور اونکی سالہا سال اورنسلون کی کوشش وتجربہ پر پانی پھر جانے والا ہے، امریکہ کے براعظم مین انسان کب سے موجود ہے یہ وہ سوال ہے جس نے عرصہ سے تمام تر توجہ اپنی طرف منعطف کرا رکھی ہے اب اس مین ایک اور نئی اُلجھن پیدا ہو گئی ہے اور اس نے اس مسئلہ کو مشکل تر بنا دیا ہے، یہ الجھن ایک انسانی کاسہ سر کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، پروفیسر ایچ، ای، انتھونی اپنی جماعت کے ساتھ جانورون کی ہڈیون کی تلاش مین مصروف تھے کہ انھون نے کوٹیو (Quito) کے قریب کوہ اکویڈر (M. T. Ecuador) مین ایک انسانی کھوپڑی پائی جس کے متعلق عام ماہرین کا خیال ہے کہ وہ کم از کم ایک لاکھ سال پہلے کی ہے،

سائنس نے ترقی کرکے یہ بات حاصل کرلی ہے کہ وہ ۳ ہزار میل کے فاصلہ سے بہایت آسانی سے گفتگو کر سکتی ہے، اس کامیابی نے اس کے حوصلے بلند کر دیے ہین اور اب ماہرین کا خیال ہے کہ وہ اسی کے ذریعہ مریخ سے گفتگو کرینگے، یہ جنگ و اسرار، تباہی و تفکر کا دیوتا، آئندہ اگست مین دنیا سے قریب ترین فاصلہ پر آجائیگا اور یہ قربت ایسی ہو گی جو ۱۲۰ سال سے اب تک حاصل نہین ہوئی تھی، اس وقت اس کا فاصلہ صرف ۳۵۰۰۰۰۰ میل ہوگا، اگرچہ عام اشخاص کے لیے یہ فاصلہ بہت زیادہ ہے لیکن اہل نجوم کے نزدیک کچھ بھی نہین ہے، کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ مریخ اُن سے بعض وقت ۲۵۰۰۰۰۰۰ میل

دور ہو جاتا ہے، یہ ستارہ عرصہ اس دنیاوی آبادی کا موضوعِ مطالعہ رہا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ زہرہ کے علاوہ سب سے قریب تر آباد ستارہ ہے، زہرہ ایسی فضا و تاریکی سے گھرا ہے کہ اس کے اندر کی کوئی چیز مشکل سے نظر آتی ہے، مریخ کے متعلق خیال ہے کہ وہ دنیا سے بہت زیادہ قدیم ہے اور اس لیے وہان کے باشندونکا علم ہم ارضی وخاکی باشندون سے بہت زیادہ ہوگا، اس شوق ملاقات کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے،

زلزلۂ ارضی کے متعلق بعض ایسے حالات واشارات ہین جنکا خود زلزلہ نویس (Seismograph) سے بھی پتہ نہین چلتا لیکن اُن حالات کا جانورون پر پہلے ہی اثر پڑتا ہے اور وہ اپنی حرکات سے اسکا اظہار بھی کر دیتے ہین، میونخ کے ڈاکٹر ہنس وان ہنسنگ (H. von Henzig) نے ان اثرات کا مطالعہ وتجربہ کیا ہے، اونکو معلوم ہوا ہے کہ بعض جانور زلزلہ کے پہلے بہت بے چینی کا اظہار کرتے ہین اور بعض سُست پڑ جاتے ہین، حتّیٰ کہ مچھلیون مین بھی اضطراب پیدا ہو جاتا ہے، کیوبا مین اسی غرض کے لیے سانپ پالے جاتے ہین، زلزلہ آنے سے پہلے وہ بلون سے نکل نکل کر میدانون مین آجاتے ہین اور گھر والون کو معلوم ہو جاتا ہے، کہ زلزلہ آنے والا ہے،

وائنا مین ایک تحریر شناس ہے، جو جادوگر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اسکا اصلی نام ریفائل شرمین (Raphael Sherman) ہے، وہ خط دیکھکر نہ صرف اس شخص کے گذشتہ موجودہ و مستقبل کے حالات بتا دیتا ہے بلکہ برجستہ طریقہ پر اس کے عادات، اخلاقی حالت اور دوسری چیزون پر بھی روشنی ڈالتا ہے حال مین ایک انگریزی اخبار کی نامہ نگار خاتون مس ڈارتھی تھامسن (Miss D. Thomson) اس سے ملاقات کی اور چند خطوط بلا مکتوبین کے نام ظاہر کئے، دکھائے، اس نے تمام کے متعلق صحیح صحیح حالات بتائے، مکتوبین تمام تر جدید طرز کی وزارت کے ارکانِ اعلیٰ تھے، تمام یورپ اس ساحر کی جادوگری سے محوِ حیرت ہے،

ادبیات

کلامِ شاد

جناب شاد عظیم آبادی

رکھدی ہے بولتی ہوئی تصویر یار کی — یارب دراز عمر ہا شبِ انتظار کی

ڈھونڈھے نہ کیون رکاب کسی شہسوار کی — ہمت بلند ہے مرے مشتِ غبار کی

گُل پر کبھی ہے غش کبھی لپٹی ہے شاخ سے — بُلبُل کی ایک جان خوشامد ہزار کی

ہونا نہ تھا کبھی دلِ نادان پہ مطمئن — چلنا نہ تھا اصلاح پہ ناکردہ کار کی

مشتاق صیدگہ مین ہین وحشی ہزار ہا — کھولو کمند کاملِ آہو شکار کی

دن ہین اُنھین کے جو ہین ترے ذکر مین خموش — راتین بھی ہین فقط ترے شب زندہ دار کی

اے شاد اب جناب اثر[1] سا کوئی کہان

دنیا فریفتہ ہے اُسی ذی وقار کی

بزمِ اضداد

جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی،

ضدون کا مجموعہ ہے یہ دُنیا عجب یہان کا معاملہ ہے — نگاہِ حق بین سے دیکھیے تو "بُرا" "بھلا" ہے "بھلا" بُرا ہے،

[1] شمس العلماء مولوی امداد امام صاحب اثر عظیم آبادی،

کبھی ہین نیکی مین شر کے پہلو، کبھی بدی مین ہے خیر و خوبی — کوئی سنور کر بگڑ گیا ہے، کوئی بگڑ کر سنور رہا ہے،

کہین "مرض" جانِ تندرستی، کہین ہے "صحت" مرض مین داخل — کہین "تجلی" مین گتھیان ہین، کہین "سیاہی" گرہ کشا ہے

فضا کی حالت کے ہین تقاضے، مدارجِ عکس مختلف ہین — فریب ہین سب تری نظر کے، یہ "بدنما" ہے، وہ "خوشنما" ہے

نگہ کے آگے ہے ایک ہی رُخ، بہت سے پہلو چھپے ہوئے ہین — نظر تامُل سے ڈالیے تو "خدا" "خودی" ہے، "خودی" "خدا" ہے

نکل بھی وہم زبون سے باہر، بلند ہو کر نگاہ دوڑا! — نہین یہ "تکفیر" کی سیاہی، یہ "پُشت" "خورشیدِ حق نما" ہے

اُدھر یہ دعوے ہین آدمی کے "تمام عالم کو چھان ڈالا" — ادھر یہ ضُعفِ بصر کی حالت خود اپنا عالم چھپا ہوا ہے

ہمارے مٹنے مین راز کیا ہے؟ ہماری خلقت سے مُدعا کیا؟ — حیات کیسی، ممات کیسی! یہ کیا ہوا ہے؟ یہ کیون ہوا ہے؟

عجیب دور و تسلسُل اپنی حیاتِ مہمل مین دیکھتے ہین — جو ہونیوالا ہے، ہو چکا ہے، جو ہو چکا تھا، وہ ہو رہا ہے

بلا کی تاریک گھاٹیان ہین غضب کے پیچیدہ راستے ہین — خرد کی منزل مین ہر قدم پر سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے

ہمارے مرکز دل مین یون تو ہزار ہا مقصد تڑپ رہے ہین — مگر نتیجہ مین دیکھیے تو نہ کوئی مقصد نہ مُدعا ہے

ہزار ہا چیزین بگڑ چکی ہین، تو ایک بنیاد پڑ رہی ہے — ہزار ہا سوچ ہوئے ہین صدقے تو ایک ذرہ اُبھر رہا ہے

تمام پہلو نظر مین تولے، ہر اک حقیقت کی تہ کو جانچے — بھلا یہ فرصت کہان سے پائے خیالات من سا لے رہا ہے

عجب گرہ ہے یہ کون کھولے، عجیب معنی ہین کس سے پوچھیے؟ — نہین جو سمجھا، وہ مضطرب ہے، خموش ہے جو سمجھ چکا ہے!!!

ہماری ہستی کی بھی ہے سازش کھلیں گے اسرار جوش کیونکر!

خرد پہ اوہام کا ہے قبضہ، دماغ حکمت مین مبتلا ہے،

حشرِ جذبات

از مولوی سید ابو محمد ثاقب کانپوری

بس اک اشکِ دمِ آخر مین دنیائے فغان رکھدی — اسی اک لفظ مین دل نے کتابِ داستان رکھدی

سکون یاس مین بھی ہے وہی اندازِ بیتابی، — یہ کس نے دل کے ہر ذرے مین اک برق تپان رکھدی

ہمین تو بیخودیٔ عشق مین مقصود سجدہ تھا — یہان یہ ہوش تھا کسکو کہ پیشانی کہان رکھدی

فسانہ ہو چکا تھا عہد د شینِ تو نے اے صیاد، — نظر کے سامنے کیون لا کے خاکِ آشیان رکھدی

مری اس لغزشِ مستانہ پر ہشیاریان صدقے، — جبینِ شوق ہر سجدۂ پیرِ مغان رکھدی

بہار آتے ہی آتے اس جنونِ فتنہ سامان نے — ہر اک گوشے مین دل کے وسعتِ کون و مکان رکھدی

رہِ الفت مین ثاقب پختہ کاری کا یہ عالم تھا

نہ اٹھی عمر بھر اُس در سے پیشانی جہان رکھدی

پیامِ امن

آج دنیا امن و امان کے لیے تشنہ ہے، یورپ اس کو کانفرنسون اور معاہدون کی مجلسون مین ڈھونڈھتا ہے، مشہور محبِ انسانیت فرانسیسی فلسفی موسیو رچرڈ پال نے اس مطلوبِ قلوب کا نام و نشان اور اس کا طریقہ حصول بتایا ہے، ملک کے باکمال مسلّم فلسفی مولوی عبد الماجد صاحب بی اے نے اسکو اردو مین منتقل کیا ہے، اور خود اپنی طرف سے اس کتاب پر ایک مبسوط تبصرہ لکھکر اردو کی ایک مستقل تصنیف اوسکو بنا دیا ہے، اور بتایا ہے کہ دنیا مین تمام مذاہب اسی "امن و صلح" کی تعلیم کے لیئے آئے، اور عیسائیت اور پھر اسلام نے اسکی کس طرح تعلیم دی ہے، اور اس کے حصول کا اصلی طریقہ خودی اور انانیت کا گم کرنا ہے، مطبوعۂ دار المصنفین، قیمت عہ

"منیجر"

باب التقریظ والانتقاد

کاس الکرام

شرح رباعیاتِ عمر خیّام

جناب میر ولی اللہ صاحب بی اے ال ال بی وکیل ایبٹ آباد کو فارسی ادبیات اور خصوصًا متعلقاتِ تصوّف سے خاص دلچسپی ہی، یاد آتا ہی کہ میر صاحب موصوف شاید دیوان حافظ کا بھی اردو نظم مین ترجمہ کر چکے ہین، مگر غنیمت ہی کہ اس دفعہ خیام کی رباعیات کے ترجمہ و شرح کے وقت نظم کا نظم مین ترجمہ کا خیال نہین آیا اور اس طرح اونکی یہ کوشش پہلے سے بہتر ثابت ہوئی،

میر صاحب نے کاس الکرام مین پہلے خیام کی ایک جامع و مبسوط سوانح عمری لکھی ہی، جس کے معلومات کے بہم پہنچانے کے لیے اونھون نے ۲۰ کتابون کی لمبی فہرست شروع مین درج کی ہی جس مین بہت سی ایسی غیر ضروری کتابون کے نام ہین جنکو اس موضوع سے ایک ذرہ تعلّق نہین، مثلاً ابن خلکان، خزانۂ عامرہ، سخندان فارس، نگارستانِ فارس، نفحات الانس، بعض ایسے ماخذ کے نام بھی دیے ہین جو کسی حیثیت سے اعتبار و استناد مین نہین آ سکتے مثلاً تذکرۂ حکیم عمر خیام مرتبہ ملک محمد دین صاحب ایڈیٹر صوفی، اور جو اس کے لیے اردو میں سب سے بڑا اور مستند ماخذ ہو سکتا ہے اور ہے اسکا نام بھی نہین لیا ہے، یعنی نظام الملک مؤلفہ مولوی **عبد الرزاق** صاحب کانپوری مصنف البرامکہ فارسی مین حواشی چہار مقالہ از علامہ قزوینی،

سوانح عمری کے ضمن مین ادنی تعلق غیر ضروری مباحث کا طویل اضافہ بھی موقع ہے، مثلاً صرف اس تعلق سے کہ حسن صباح، عمر خیام کا ہم سبق تھا حسن صباح اور فرقۂ باطنیہ کی تفصیل، اس بنا پر کہ خیام نے ابر باد نہ ہونے کی ایک پیشینگوئی کی تھی انوری کے ابر باد والی مشہور پیشینگوئی کا واقعہ اور پھر ابو الفضل حازمی کی پیشینگوئی کا ذکر خارج از بحث باتین ہین،

میر صاحب نے مقدمہ مین دو باتین نہایت عمدہ کی ہین، ایک تو یہ کہ خیام کی وہ رباعیات جنکی ملکیت کا دعوی خیام کے علاوہ اورونکو بھی ہے، یا یہ کہ وہ خیام کی طرف غلط مشہور ہین، انکو غالباً روسی مستشرق زیکو دسکی کے مضمون سے یا اور کہین سے لیکر بتا دیا ہی، اور جن شعرا کی طرف وہ منسوب ہین اونکے نام بھی لکھدیے ہین، دوسرے یہ کہ یورپین زبانون اور خصوصاً انگریزی زبان مین اونکے جو تراجم ہوئے ہین اونکی تفصیل کردی ہے، اور اسی کے ساتھ ان عظیم الشان مستشرقین سے ترجمون مین جو مضحکہ انگیز غلطیان ہوئی ہین، اونکی متعدد مثالین لکھی ہین،

پورا مقدمہ ۷۰ صفحات مین تمام ہوا ہے جس مین خیام اور رباعیات پر ہر پہلو سے بحث کی ہے جس مین ہر طرح کی جامعیت اور تفصیل ہی، آخر مین خیام کے عقائد مذہبی پر بحث کی ہی، اور خیام کے ایک عربی رسالہ "تکلیف الناس بالعبادات" کا ایک ضروری اقتباس درج کیا ہے، یہ رسالہ گو مصر مین چھپ چکا ہے، مگر خیام کے حالات مین سب سے پہلے میر صاحب ہی نے فائدہ اٹھایا ہے،

رباعیاتِ خیام کے جتنے نسخے چھپے ہین، وہ سب کے سب عموماً دواوین کی طرح حروف ہجا کی ترتیب پر ہین، مگر میر صاحب نے یہ اچھا کیا ہے کہ تمام رباعیات کو معانی و مطالب کی بنا پر مختلف ۳۷ عنوانات پر منقسم کر دیا ہے، مثلاً چمنستانِ حیات، ماعرفناک، ہمہ اوست، ہمہ گیری عشق، عبرت و بصیرت، دغظ و ناصح سے بیزاری، حکمت و اخلاق، شراب، عشقیہ وغیرہ، گو اس تبویب مین کہین کہین ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی عنوان کے تحت مین جو چیزین آسکتی تھین اونکو شاید تکثیر کی غرض سے چند عنوانون مین تقسیم کر دیا ہے،

ہر عنوان کے آغاز مین اوس عنوان مضمون کے متعلق فلسفیانہ یا متصوفانہ تمہید لکھی ہی، مگر اس تمہید و تقریب مین بھی ضرورت سے زیادہ کہین کہین محض لفاظی اور خیال آرائی کیگئی ہی، ہر عنوان کے تحت مین جتنی رباعیان ہین اُن پر نمبر بھی لگا دیئے گئے ہین،

ہر رباعی کی شرح اردو مین لکھی ہے، اُس رباعی کے ہم معنی اگر کسی اور شاعر کا کلام ملا ہے، تو تفصیل کے خیال سے اوسکو بھی درج کر دیا ہے، جو رباعیان دوسرے شعراء کی طرف منسوب ہین، انکو بھی بر موقع بیان کر دیا ہے، اور جس نے اونکو اورون کی طرف منسوب کیا ہے، اونکا ماخذ بھی بتا دیا ہے،

شرح کا طریقہ یہ رکھا ہے کہ پہلے سادہ ترجمہ کرتے ہین، پھر اگر اس سے مطلب حل نہین ہوتا تو معنی کو کھولتے ہین، اوس مسئلہ کی تشریح کرتے ہین، اگر کسی رباعی مین کچھ مشکل الفاظ ہوتے ہین، تو ان کے لغوی معنی لکھتے ہین، شرح و بسط مین تو میر صاحب سے شکایت بہت کم ہے، بلکہ کہین کہین طول گفتار کی ہی شکایت پیدا ہوتی ہے، اور کہین کہین مشکل مقام سے وہ ناظرین کو چھوڑ کر چپکے سے پاؤن دبا کر نکل جاتے ہین، عموماً ترجمہ اور شرح مین میر صاحب کا قلم نہایت محتاط ہوتا ہے، اور یقیناً اون لوگون کے لیے جو فارسی کا مذاق نہین رکھتے، اس کے ذریعہ سے خیام کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے،

افسوس ہے کہ پوری کتاب کے مطالعہ کا موقع نہین ملا تاہم شروع کے معتدبہ اوراق پڑھنے کے بعد یہ قیاس ہوا کہ شارح نے خیام کے مطالب کے کھولنے اور ان کے ادا کرنے مین پوری کوشش اور قابلیت صرف کی اور بیشتر صحیح معنی ادا کیئے گیے ہین، البتہ کہین کہین بعض باتین تسامح کے زیر اثر باقی رکھی گئین ہین، مثلاً اس رباعی مین،

اجرام کہ ساکنانِ این ایوان اند ۔ اسبابِ ترددِ خردمندان اند
ہان تا سرِ رشتۂ خرد گم نہ کنی ۔ کانان کہ مدبرند سرگردان اند

چوتھے مصرع کا ترجمہ (صفحہ ۷۷) یہ کیا گیا ہے "کیونکہ جتنا تدبر کروگے سرگردان ہوگے"

صحیح نہین، بلکہ یہ مصرع دعوائے ماسبق کی دلیل ہے یعنی یہ کہ یہ اجرام سماوی، سورج، چاند، ستارے، اہل خرد و تدبر کے لیے، تردد کا سامان ہین، اور یہ اس لیے تاکہ تم عقلمندی اور تدبیر کا دعوی کرکے اپنی بے عقلی کا ثبوت نہ دو، دیکھو کہ یہ اجرام جو مدبرات امر (اشارہ بطرف آیۂ کریمہ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا) اور صاحب تدبیر ہین شب و روز سرگردان رہتے ہین،

دل سرّ حیات را کما ہی دانست | درموت ہم اسرار الٰہی، دانست!
امروز کہ باخودی ندانستی ہیچ | فردا کہ زخود روی چہ خواہی دانست؟

شارح نے اس کا مطلب سمجھایا ہے کہ "دل نے زندگی کے راز کو اچھی طرح سمجھ لیا، اور یہ بھی سمجھ لیا کہ موت مین کئی سربستہ اسرار الٰہی ہین، آج کہ تو باخود ہے تو نے کچھ نہ سمجھا، کل جو تو بیخود ہو جائیگا، کیا سمجھیگا" ہمارے خیال مین یہ مطلب شاید صحیح نہ ہو، اس طرح خیام کے دونون شعرون مین تضاد ہوگا کہ پہلے شعر مین تو کہتا ہے کہ اس نے موت و حیات کے تمام اسرار کو کما ہی سمجھ لیا، اور دوسرے شعر مین کہتا ہے کچھ نہین سمجھا اس لیے ہماری رائے مین صحیح یہ ہے کہ پہلا شعر استفہامی لہجہ مین ہے، یعنی دل نے زندگی کے راز کو اچھی طرح سمجھ لیا؟ اور موت مین بھی اسرار الٰہی ہین، کیا اس نے سمجھ لیا آج جبکہ تو باخود ہے، تو نے کچھ نہ سمجھا تو کل جب تو بے خود ہوگا کیا سمجھے گا،؟

یہ بات بھی قابل شکایت ہے کہ بعض موقعون پر جہان خیال کی بلندی مزید شرح کی طالب ہے شارح نے محض لفظی ترجمہ پر قناعت کی ہے، مثلاً،

این چرخِ فلک کہ ما درو حیرانیم | فانوس خیالِ ازو مثالے دانیم
خورشید چراغدان، و عالم فانوس | ما چون صُوَریم، کاندرین حیرانیم

اس مین اول تو شاید لفظی غلطی ہے، پہلے مصرع اور چوتھے مصرع مین ایک ہی قافیہ ہے، مگر بعض دوسرے نسخون مین بھی اسی طرح ہے، شارح نے اس رباعی کا صرف یہ ترجمہ کر دیا ہے، کہ "چرخِ

فلک کہ ہم اس مین سرگردان ہو رہے ہین، ایک فانوس خیال کی مثال ہے، آفتاب چراغدان ہے، اور عالم فانوس، اور ہم تصویرین جو اس کے اندر حیران ہین"، ترجمہ صحیح ہے، لیکن اس تمثیل اور تشبیہ کی اس سے گرہ نہین کھلی، پہلے "فانوسِ خیال" کی تشریح کر دینی تھی کہ تمدنِ قدیم کی یہ جادوگری آج سامنے نہین "فانوس خیال" ایک قسم کی چمنی یا چراغ کا شیشہ ہوتا تھا جس پر خاص طور سے تصویرین ایسی بنائی جاتی تھین، جو لو کی حرکت سے چلتی پھرتی نظر آتی تھین، (دیکھو برہان قاطع) اب خیام کا مطلب صاف ہے کہ یہ کائنات بھی فانوسِ خیال ہی کی طرح ایک تماشا ہے، یہ آفتاب چراغ ہے، کرۂ عالم، فانوس ہے، اور ہم اسکی تصویرین ہین، جو بیجان اور بیحس ہو کر خیال کے جادو سے چلتے پھرتے نظر آتے ہین،

بعض مصرع تقطیع سے گرتے ہین، مثلاً

ع زین حال چنانکہ ہست آگاہ بودند، ص ۸۰

ع تاجا نکنی، خون نخوری پنجاہ سال، ص ۸۱

شاید شارح نے "ہ" کا تلفظ نہین کیا ہے، حالانکہ انکو "آگہ" اور "پنجہ" لکھنا چاہیے تھا،

خیام کی حکیمانہ توحید مین ایک رُباعی ہے،

حق جانِ جہان است و جہان جملہ بدن | واصنافِ ملائکہ حواسِ این تن،
افلاک و عناصر و موالید اعضا | توحید ہمین است و دگرہا ہمہ فن

اس شعر کا ترجمہ صحیح کیا ہے، حواس و عناصر اور موالید سب کو ایک ایک کر کے گنایا ہے، مگر یہ نہین ظاہر کیا ہے کہ یہ توحید کیونکر ہوئی؟ صرف اس قدر لکھا ہے "حکیم صاحب (خیام) نے تمام عالم کو ایک شخص فرض کیا ہے، خدا اوسکی روح ہے، فرشتے اسکی حسّین ہین، اور باقی کائنات اس کے اعضا" حالانکہ اسکی شرح اس طرح کرنی چاہیے تھی، عالم مین گو اسقدر مختلف افراد، اشیا، اور مناظر معلوم ہوتے ہین مگر حقیقت مین وہ ایک ہی آسمان سے زمین تک ایک پھیلا ہوا جسم ہے، اسکی ٹھیک مثال ہمارے

اس جسم کی ہے، کہ اس مین ہاتھ، پاؤن، انگلیان، آنکھ، ناک، کان، سر، اور تعداد و امتیاز مین بیسیون مختلف اعضا ہین، جن مین سے ہر ایک علیحدہ وجود و نام رکھتا ہے، با این ہمہ تعدد و امتیاز، اور کثرت وہ ایک ہی جسم اور ایک ہی وجود، اور ایک ہی روح ہی جس کے وہ سب اجزا ہین، اسی طرح یہ کائنات گو اس مین آسمان و زمین، چاند، تارے، پہاڑ، دریا، جاندار اور بیجان حیوانات کا تنوع ہی، تعدد ہے، کثرت ہے، اختلافات و امتیازات ہین، تاہم وہ ایک ہی جسم ہے جسکا نام وجود، ہستی، یا عالم ہے، اور یہ تمام افرادِ عالم اسی ایک وجود کے اعضا ہین، جس طرح جسم انسانی مین اعضا کی کثرت، اوسکی وحدت کے منافی نہین، اسی طرح ان مخلوقات ارضی و سماوی کی کثرت عالم کی وحدت کے لیے مانع نہین، اور جس طرح جسم انسانی کے تمام اعضا مین باوجود کثرت کے ایک روح ہے جو مسلط اور مستولی اور حکمران اور پھیلی ہے اسی طرح عالم کے جسم مین ایک ہی روحِ اعظم ہے جو مسلط، مستولی، حکمران اور پھیلی ہے، اور یہی روحِ اعظم جو اس عالم کی جان ہی خدائے واحد ہے، اور جس طرح ہماری روح اور ہمارے اعضا کے درمیان ہمارے حواس سفیر ہین، کہ اگر یہ نہ ہون تو ہم کو کچھ معلوم نہ ہو، آنکھین نہ ہون تو سوجھائی نہ دے، کان نہ ہون تو سنائی نہ دے، اسی طرح اس روحِ اعظم اور اس "جانِ جہان" اور افراد عالم یعنی اعضائے عالم کے درمیان جو حواس اعظم سفیر اور درمیانی ہین، انھین کو ہم. ملائکہ اور فرشتون سے تعبیر کرتے ہین، خیام کہتا ہے کہ توحید کی اصل تشریح یہی ہی، باقی فضول باتین ہین،

ایک دوسری رباعی کا شعر ہے:-

درمیکدهٔ عشق اجلّ اسم من است   رندی و پرستیدنِ مے قسمِ من است

"اجل" کے لغوی معنی بہ تشدید لام (اجَلّ) یعنی بزرگتر، و تخفیف لام (اجَل) بمعنی مہلت، مدت، موت، نہایت،، شارح صاحب اختیار دیتے ہین کہ "آپ اسے بہ تشدید لام سمجھین، یا بہ تخفیف لام پڑھین، آپ کو اختیار ہے، مین کچھ نہین کہہ سکتا،، مگر ظاہر ہے کہ یہان اختیار نہین، بلکہ انسان

اجَل بہ تخفیف لام بمعنی وقت مقرر و موت پڑھنے پر مجبور ہے، شارح صاحب سمجھتے ہین کہ اجل بمعنی بزرگتر یا خدا سے کنایہ ہو کر صحیح ہو سکتا ہے، کہ میکدۂ عشق مین میرا نام اجلّ یعنی بزرگتر ہے، یا خدا ہے، مگر یہ صریح بدمذاقی ہی، مطلب تو صاف ہی کہ موت گھبرانے کی چیز نہین، وہ علیحدگی کا نام جس سے اضطراب ہو، وہ تو وصل کا نام ہے، اور عشق کے میکدہ مین موت بھی ہمارا ہی ایک دوسرا نام ہے،

دوسرے مصرع "رندی و پرستیدنِ مے قسمِ من است" کا ترجمہ یہ کیا ہے "کہ رندی اور مے پرستی میرا کام ہے"، حالانکہ قسم سے مقصود قسمت اور تقدیر، اور نصیب ازلی ہی، مطلب یہ ہے کہ یہ رندی و مے پرستی کا جرم جو ہم پر عاید ہے یہ ہمارے اختیار کی چیز نہین یہ تو نوشتۂ ازل ہی،

مصرع مین ؎ گر میلے تو با بخیر دنا اہل است، (ص، ۱۱) شاید میلے مین "ی" درست نہو "میلِ تو" درست ہو، اسی طرح یہ مصرع ؎ "ہر چیز کہ ہست سدّ راہ ہست ترا" (ص ۱۴۹) صحیح نہین "راہست ترا" چاہئے،

پوری کتاب ۲۰۰ صفحون مین تمام ہوئی ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی کا اہتمام اس سے بہتر ہونا چاہئے تھا، سرورق سے قدامت کی بُو آتی ہے، قیمت ؏ پتہ: میر ولی اللہ صاحب وکیل ایبٹ آباد،

مطبوعاتِ جدیدہ

محبت کا انتقام، لالہ سدرشن نے یہ افسانہ ناٹک کے طرز پر لکھا ہے اور نہایت دلچسپ انداز پر لکھا ہے، قصہ کا زمانہ رامائن کے عہد سے پہلے فرض کیا گیا ہے، اس کے مخصوص ممثل (کیریکٹر) رامائن کے مشہور ہیرو ہنومان جی کے والدین انجنا اور پون ہیں، پون بچپن ہیں سکھدا نام کی ایک راجکماری سے شادی کا وعدہ کرچکا ہے، مگر انجنا سے اسکی شادی ہوجاتی ہے، سکھدا کی شادی وِدیت پربھ سے ہونیوالی ہے مگر وہ قطعی انکار کردیتی ہے، وِدیت پربھ کی شادی پہلے انجنا سے ہونیوالی تھی، دو مرتبہ کی ناکامی نے وِدیت کو پون کے خون کا پیاسا بنادیا سکھدا نے بھی وِدیت سے سازش کرلی، تاکہ اپنے عاشق سے انتقام لے، پون نے ایک خاص سبب سے عہد کرلیا تھا کہ شادی سے بارہ برس تک انجنا کا منہ نہ دیکھے گا، مگر جب عین ایک لڑائی کی حالت میں یہ میعاد پوری ہوجاتی ہے تو پون گھبراتا ہی گر فرار کے الزام سے بچنے کیلئے چھپ کر آتا ہے، لیکن جب قدرت اس کے پوشیدہ راز کو مبہم طور پر ظاہر کرتی ہے، تو سکھدا کی بدولت نہایت بدنما الزام لگا کر انجنا گھر سے نکال دی جاتی ہے، اسے اپنے میکہ میں بھی پناہ نہیں ملتی، سکھدا ایک جنگل میں اپنے خیال میں انجنا کو قتل کروا دیتی ہے، پون سے بھی ایکمرتبہ سکھدا کو انتقام کا موقع ملا عین اس حالت میں جب وہ انتقام لینا چاہتی ہے اسکی ہندوستانی نسائیت یعنی محبت کا جذبہ پھر عود کرآتا ہے، وہ اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا کر اسکو بچالیتی ہے سکھدا کو انجنا نے بچایا، اب سکھدا گناہ کے پچھتاوے میں پاگل ہوگئی وِدیت بھی اپنے کیے پر پچھتاتا ہے اور تارکِ دنیا ہوجاتا ہے، اسی حالت میں چمپا کے بھائیوں نے جسے سکھدا نے انجنا کے دھوکے میں مار ڈالا تھا دونوں کو قتل کردیا، انجنا اور پون اپنے رقیبوں کے لیے ہمیشہ چشم پرنم رہتے ہیں، اس ڈرامے میں ہندوستانی اخلاق کا پایہ جس قدر بلند دکھایا گیا ہے اسکی تعریف کرنا ضروری ہے مگر کیا بہتر ہو کہ جناب سدرشن اپنا اصلی رنگ نہ چھوڑیں، قیمت عمر

پتہ:- رام کنیا بک ڈپو لاہور،

علم مجلسی، جدید صحبتوں نے ہمارے قدیم علم مجلس کو بالکل بھلا دیا ہے، علم مجلس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص ہر قسم کے آداب مجلس اور تقریباً ہر موضوع سخن کے متعلق اپنی معلومات رکھتا ہو، کہ بروقت دلچسپی کا سامان مہیا کرسکے، آخر زمانہ میں اس غرض کے لیے ہمارے مکتبوں کے مدرس صرف ضروری متلوں اور اشعار کا رٹا دینا ضروری سمجھتے تھے، حال میں اس فراموش شدہ رسم دیرینہ کے احیا کی غرض سے جناب عزیز الرحمن صاحب عزیز دہلوی نے ایک مجموعۂ اشعار علم مجلسی کے نام سے شایع کیا ہے جس میں مختلف مضامین اور عنوانات کے تحت منتخب اشعار بروقت پڑھنے اور برمحل لکھنے کے لیے جمع کردیے ہیں، عنوانات زیادہ تر قدیم ہیں، ضرورت تھی کہ آج کل کے مذاق کے مطابق، مناظر، سیاسیات، حب وطن اور دیگر سیاسی عنوانوں کے اشعار بھی اس میں جگہ پاتے کہ اب تو اکثر جماعتوں کا موضوع سخن یہی چیزیں ہوتی ہیں قیمت عہ پتہ "منیجر" کتب خانہ کلاں محل دہلی

الحق الصریح مع جماعۃ التہجد والترویح، مساجد کلکتہ کے بعض اماموں کی حریفانہ چشمک نے آج کل یہ بحث وہاں پیدا کردی ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر، تہجد وغیرہ سنت نمازیں باجماعت ہوسکتی ہیں یا نہیں، اس رسالہ میں مولوی ظہور احمد صاحب مدرس مدرسہ سورتیہ صالحیہ کلکتہ نے جواز ثابت کیا ہے، ہم کو جناب مولوی صاحب کے فتویٰ سے اتفاق ہے مگر بہتر ہوتا کہ اس قسم کی بحثوں کو زیادہ طول نہ دیا جاتا قیمت ۳ر مؤلف کے پتہ سے طلب فرمائیے،

لیتھوگرافی، اردو زبان میں فن لیتھوگرافی (سنگی چھاپہ) پر غالباً یہ پہلی کتاب ہے، اسکو نظامی پریس بدایوں کے لیتھوگرافر جناب احید الدین صاحب نے تالیف کیا ہے، جناب مصنف اس فن کے باقاعدہ سند یافتہ اور تعلیم پائے ہوئے ہیں، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ کی گذشتہ نمائش میں یہی کتاب پسند کی گئی تھی، یہ کتاب ۲۰ ابواب پر مشتمل ہے جن میں لیتھوگرافی کے تمام ضروری امور مثلاً کاپی جمانا، تصویر چھاپنا، نقشہ چھاپنا، رنگین کام کرنا وغیرہ، اس انداز سے بیان کیے گیے ہیں کہ نوآموزوں کے علاوہ اس قسم کے پریسوں

کے تجربہ کار کارکنوں کے لیے بھی سود مند اور مفید ہے کہ ہندوستانی مطابع کے ہاتھ مین یہ پہلی تحریری ہدایت ہی چھپائی عمدہ قیمت ۲؎ پتہ نظام الدین حسن اینڈ سنس بدایوں،

خیر الدارین، یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسکو مولوی محمد اسد اللہ صاحب وظیفہ یاب منتظم محکمہ صدر مجالسی سرکار عالی نے تصنیف کیا ہے، اس رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہو کہ اسلام میں ترک دنیا کی کوئی تعلیم نہیں، بلکہ اسلام تو فلاح دارین حاصل کرنے کا اصول بتاتا ہے، قیمت ۴؍ پتہ مولوی ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب وکیل ہنمکنڈہ (ورنگل)

مسلم اور ہلال عید، یہ وہ نظم ہے جسے میاں محمد حسن صاحب اختر لودیانوی نے پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس سوم مین سنایا تھا، قیمت ۲؍

حیات و ممات مسیح علیہ السّلام، مرزا غلام احمد صاحب بانی فرقہ احمدیہ کا دعوی ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہین، ان کے جواب میں ایک ہندو "مامور من اللہ" یعنی پنڈت پرشوتم دیوست دہادی اٹاوہ نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے، جب مناظرہ دو "ماموروں" کے بیچ میں ہو تو غیر مامور کیا فیصلہ کر سکتا ہے، قیمت ۵؍ پتہ لالا رام چرن لال الس منیجر دیا ساگر اودشدھالہ اٹاوہ،

ہستی باری تعالیٰ پر ایک دلیل، یہ ایک تبلیغی رسالہ ہے جسکو جناب مولنا سلیمان صاحب پھلواری نے مرتب کیا ہے، اور جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام لاہور نے اسکو شایع کیا ہے، قیمت ۲؍ جمعیت مذکور کے پتہ سے طلب فرمایئے،

مجلد چہار دہم	ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء	عدد چہارم

مضامین